تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا
ماہنامہ
الفرقان
ربوہ
پاکستان
مارچ سنہ ۱۹۵۷ء
خاص نمبر
حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا ایک رؤیا
قائد اعظم کی سیاسی زندگی اور اس کا ارتقاء
ایڈیٹر
ابوالعطاء جالندھری

حضرت ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب رضؓ کا انتقال

حضرت سید ڈاکٹر غلام غوث صاحب رضی اللہ عنہ ان بزرگوں میں سے تھے جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی تربیت اور قوتِ قدسیہ کا ثمرہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف پچاسی سال کی عمر پا کر فوت ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہ زندگی نیکی، تقویٰ اور یادِ خدا میں بسر کی ہے۔ آخری حصۂ عمر میں تو مسجد ہی ان کا مستقل ٹھکانا تھا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب صحیح معنوں میں وہ مومن تھے جس کا دل مسجد سے اٹکا رہتا ہے۔ ذکرِ الٰہی آپ کی غذا تھی اور ع "پیشہ ہے رونا ہمارا پیشِ ربِّ ذو المنن" آپ کا شعار تھا۔

آپ ایک مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ آپ کی اکثر دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہایت گہرا قلبی تعلق تھا۔ قادیان میں بھی دونوں بزرگوں کے مکان ساتھ ساتھ تھے اور اب بعد وفات بھی قبریں بہشتی مقبرہ میں ساتھ ساتھ ہی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ڈاکٹر صاحب کی روح کو اطمینان بخشے اور جنت الفردوس میں انہیں بلند درجات عطا فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کے لڑکوں اور باقی پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور انہیں اپنے نیک اور مقدس باپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی دائمی توفیق بخشے۔ آمین +

"الفرقان" کے خریداروں کا فرض

رسالہ الفرقان ایک علمی رسالہ ہے اب یہ انتظام کے ماتحت باقاعدہ طور پر وقت مقررہ پر یعنی ہر مہینہ کی پانچ تاریخ کو ڈاکخانہ کے ذریعہ ارسال کیا جاتا ہے۔ خریدار حضرات کا فرض ہے کہ رسالہ کا سالانہ چندہ پانچ روپے پیشگی ارسال فرمائیں اور جن احباب کے ذمہ بقایا ہے وہ بہت جلد سب بقایا ادا فرمائیں کیونکہ مالی طور پر رسالہ کیلئے مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ رسالہ کو زیادہ بہتر بنانے کیلئے ایک خاص پروگرام پر غور ہو رہا ہے اس کیلئے احباب بھی تعاون فرمائیں۔ اہلِ قلم اصحاب اپنے قیمتی مضامین ارسال فرمائیں اور دوسرے تمام دوست توسیع خریداری کے ذریعہ اپنا فرض ادا فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ (ابو العطاء)

رسالہ "تشحیذ الاذہان" کے متعلق اطلاع

بچوں کے رسالہ "تشحیذ الاذہان" کے متعلق کاغذات منظوری کیلئے محکمہ سرکار میں ابھی کارروائی ہو رہی ہے امید ہے کہ جلد منظوری حاصل ہو جائیگی اور رسالہ باقاعدہ جاری ہو جائیگا انشاء اللہ۔ جو احباب قیمت بھجوا چکے ہیں یا بذریعہ وی پی کرنے کیلئے لکھ چکے ہیں وہ سب بنیادی خریدار قرار پا چکے ہیں اس طرح رسالہ کے نکلنے تک جو دوست رقم بھجوا دینگے یا وی پی کیلئے لکھینگے اُن سب کے نام پہلے رسالہ میں بنیادی خریدار کے طور پر شائع ہونگے انشاء اللہ۔ آپ بھی اس کارِ خیر میں حصہ لے سکتے ہیں۔ جلد مینیجر تشحیذ الاذہان ربوہ کے نام سالانہ قیمت پانچ روپے ارسال فرما دیں یا بذریعہ وی پی کرنے کیلئے تحریر فرما دیں۔ (مینیجر)

ایڈیٹر:-
ابوالعطاء جالندہری

نائب ایڈیٹرز:-
۱- قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری
۲- میاں مسعود احمد صاحب دہلوی بی۔ اے
۳- شیخ خورشید احمد صاحب شاد۔ فاضل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۷ | مارچ ۱۹۵۷ء | الفرقان | شعبان ۱۳۷۶ھ | شمارہ ۳

قیامِ پاکستان خدائی تقدیر ہے

الفرقان کا یہ شمارہ ایک خاص اور نہایت اہم مقالہ پر مشتمل ہے۔ اس مقالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۱۸ اپریل ۱۹۰۵ء کے رؤیا کی تشریح کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس رؤیا میں پاکستان کے قیام اور جناب قائدِ اعظم محمد علی جناح کے سیاسی اقتدار کا عجیب نقشہ کھینچا گیا ہے اور آنے والے تمام واقعات کی آسمانی زبان میں نہایت واضح خبر دی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے بشارت دی تھی :-

"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے
محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم افتاد"

دلائل کے میدان میں اللہ تعالیٰ نے حقیقی اہلِ اسلام کو کامل غلبہ دیا ہے۔ ادیانِ باطلہ اور ہندو دھرم وغیرہ کے پیرو اس میدان میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں کی سیاسی زندگی کے استوار کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے انہیں پاکستان یعنی ارضِ مقدسہ عطا فرمائی ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کو اس دور میں پھر پیدا کر دیا ہے اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے انعاموں کی پوری پوری قدر کریں۔

پاکستان جن مشکلات اور مصائب کے بعد قائم ہوا ہے ان کیلئے فاضل مقالہ نگار نے مستند حوالہ جات پیش کر دیئے ہیں اور نہایت عرقریزی سے قیام پاکستان کی مختصر تاریخ مرتب کر دی ہے۔ وہ گویا واقعات کا صحیح اور مکمل نما کہ قارئین کے سامنے لے آتے ہیں۔ یہ حالات رؤیا کی عظمت اور صداقت پر بیّن دلیل ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی ہستی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی پر بھی گواہ ہیں اور ساتھ ہی جناب قائدِ اعظم مرحوم کی ہمت اور اولوالعزمی کو بھی واضح طور پر ثابت کرتے ہیں۔ یہ حالات مسلمان قوم کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

پس قیام پاکستان خدائی تقدیر ہے اور خدائی تقدیر کی مخالفت انتہائی بدقسمتی ہے +

گوتم بدھ
ہمارے فاضل نامہ نگار جناب شیخ عبدالقادر صاحب نے مہاتما گوتم بدھ کے متعلق ایک تحقیقی اچھوتا مضمون رقم فرمایا ہے جو اپریل کی اشاعت میں طبع ہو رہا ہے۔ قارئین کرام انتظار فرمائیں +

ایک تقابل

اشاعتِ اسلام اور استحکامِ پاکستان

جماعت احمدیہ اور احراری علماء کا رویّہ

آجکل پھر احراری علماء جماعت احمدیہ کے خلاف عوام الناس کو مذہب اور ملک کے نام پر مشتعل کر رہے ہیں اور غلط اور ناروا الزامات تراش کر مغالطہ دہی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ ایک مذہبی تبلیغی جماعت ہے اس کا نصب العین اشاعت اسلام کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ خود "مفکرِ احرار" چودھری افضل حق صاحب کو اس کا اقرار ہے، لکھتے ہیں:-

"مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کیلئے پیدا نہ ہو سکی۔ ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا! ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا۔ اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی کے داغ سے پاک نہ ہوا تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کیلئے قابلِ تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کیلئے نمونہ ہے۔" (رسالہ فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں)

اسکے مقابل پر جناب چودھری صاحب موصوف نے احراری علماء کے متعلق لکھا ہے کہ:-

"خدا نے مجلسِ احرار کو زبان آور لوگ دیئے ہیں لیکن میں نے ... کسی احرار لیڈر کو یہ کہتے نہیں سُنا کہ مسلمانو تم بھی ... غیر مسلموں میں اسلام کا تحفہ پیش کر دو۔" (بیان مفکر احرار)

یہ تو مذہب کا معاملہ تھا اب لیجئے ملکی پہلو سو احراری علماء (جو آجکل "تحفظِ ختم نبوت" کے جامہ میں پھرتے ہیں) کا موقف تحریکِ پاکستان کے بانی کے متعلق پاکستان بننے سے پہلے یہ تھا:-

"آزاد ہونے پر مسٹر جناح اور اسکے لیگی لیڈروں پر مقدمہ چلایا جائیگا۔" (اخبار جنگ کراچی استقلال نمبر ۱۹۴۹ء)

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے پاکستان بنا دیا اور گنجے احراری ہمیشہ کیلئے ناخنوں سے محروم ہو گئے اور قائدِ اعظم اور انکے ساتھی انکے شر سے بچ گئے بلکہ احرار پر سیاسی موت طاری ہو گئی۔

قائدِ اعظم مرحوم کی وفات کے بعد ان لوگوں کا کیا رویہ ہے جناب ایڈیٹر صاحب ریاست دہلی لکھتے ہیں:-

"مسٹر جناح کے انتقال کے بعد پاکستان کے ایک بہت بڑی پوزیشن کے اور ذمہ دار احراری لیڈر دہلی آئے اور یہاں پنڈت جواہر لال نہرو سے ملے۔ ان احراری لیڈر نے پنڈت نہرو سے کہا کہ پاکستان کے مسلمان اب ملک کی تقسیم کی غلطی کو محسوس کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ پاکستان کو ہندوستان میں مدغم کر دیا جائے۔" (ریاست ۱۰ دسمبر ۱۹۵۶ء)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا ایک رؤیا

قائدِ اعظم کی سیاسی زندگی اور اس کا ارتقاء

(مکرم جناب مرزا منظور احمد صاحب ایم۔ اے۔ پروفیسر گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد)

[فاضل مقالہ نگار نے یہ مفید مضمون جامعۃ المبشرین ربوہ کے ہال میں پیش فرمایا تھا۔ جس پر کافی غور و خوض ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رؤیا کے پہلے حصہ کے متعلق دوسری تعبیر بھی پیش کی گئی تھی۔ وہ بھی اسی رسالہ میں دوسری جگہ درج ہے۔[1] تاہم یہ مقالہ بہت سے مفید مطالب پر مشتمل ہے اور فاضل مقالہ نویس اپنی محنت اور کاوش کے لئے ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ جزاہ اللہ خیراً ——————— (ایڈیٹر)]

فلک پیما کا مضمون

جناب فلک پیما کا ایک مضمون "کراچی" کے عنوان سے رسالہ ہمایوں میں شائع ہوا تھا جو یوں شروع ہوتا ہے:-

"جو کچھ اب تک کراچی کے متعلق کہا گیا ہے وہ پسِ منظر ہے کراچی کی بہت بڑی کرامت کا۔ ہر مسلمان بچہ پیدا ہوتے ہی اذان سنتا ہے محمد علی جناح نے وہ اذان کراچی میں سنی۔ برسوں اس پیدائشی خزانے کا راز لوگوں پر نہ کھلا۔ جوانی میں یہ بچہ انگریزی لباس و بود و باش کے ساتھ کانگرس کا دلدادہ رہا مگر نہ کانگرس اس خزانے کو لوٹ سکی اور نہ انگریز۔ آخر وقت آیا اور محمد علی جناح قائدِ اعظم بن کر آسمانِ سیاست پر چمکا۔ وہ اللہ اکبر کا نعرہ جو اس نے یومِ ولادت پر سنا اپنی زبان سے ایسے مبارک وقت میں نکالا کہ قوم نے یکجان ہو کر اسے دوہرایا۔ گاؤں میں، شہروں میں، میدانوں میں محمد علی جناح کے طفیل فتح مندی کا یہ نعرہ آسمان تک گونجا۔

دنیا کی تاریخ میں بہت کم انسان یہ فخر کر سکتے ہیں کہ وہ ذاتی کوشش سے ایک نئے ملک کے بانی بنے ہیں۔ قائدِ اعظم ایسی حالت میں بانی بنا جب دنیا اس کے خلاف تھی مگر وہ حوصلہ مند مجاہد یکتا اپنے مقام سے نہ ٹلا۔"

[1] صفحہ ۳۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

انگلش بہ فطرت سو بہ سو
ہندو بہ حکمت گو بہ گو
آں مردِ دانا ایک طرف
اپنی بات سے نہ ٹلا - تنہا لڑا اور جیت کر رہا"
(ہمایوں ستمبر ۱۹۲۹ء)

بانئ سلسلہ احمدیہ کا رؤیا

یہ سطور میں نے پڑھیں اور ان سے دیر تک متاثر رہا مگر ساتھ ہی میرے دل میں بار بار یہ خیالات آتے رہے کہ یہ اذان جو قائد اعظم نے سُنی عام اذان نہیں ہو سکتی جس نے آپ کی شخصیت میں اتنی گہرائی اور معنویت پیدا کر دی۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ اذان آپ نے زندگی کے اس حصہ میں سُنی ہو جبکہ آپ کو کافی رُشد و بن حاصل ہو چکا تھا۔ بہرحال یہ وہ خیالات تھے جو ان سطور کے پڑھنے کے بعد بار بار مجھ پر ہجوم کرتے رہے۔ مگر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب کہ ایک دن تذکرہ پڑھتے ہوئے میری نظر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک رؤیا پر جا پڑی جو یہ ہے:۔

" دیکھا کہ زور سے اللہ اکبر
اللہ اکبر (پوری اذان) کہہ رہا
ہوں۔ ایک اونچے درخت پر
ایک آدمی بیٹھا تھا وہ بھی یہی
کلمات بول رہا ہے۔ اسکے بعد
میں نے باآواز بلند درود شریف
پڑھنا شروع کیا اور اس کے بعد
وہ آدمی نیچے اُتر آیا اور اس نے
کہا کہ سید محمد علی شاہ آ گئے
ہیں۔
اس کے بعد دیکھتا ہوں کہ
بڑے زور سے زلزلہ آیا ہے اور
زمین اس طرح اُڑ رہی ہے جیسے
رُوئی دھنی جا رہی ہے۔ اسکے بعد
یہ وحی نازل ہوئی۔ ہے سر راہ پر
تمہارے وہ جو ہے مولا کریم "۔
(تذکرہ صفحہ ۴۹۷[1])

(۱) حضرت بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رؤیا میں دیکھا کہ آپ اذان دے رہے ہیں ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں مامور من اللہ اور منادِ من اللہ ہونے کے آپ ہی مدعی ہیں اسلئے کہ دنیا میں ہر جگہ کسی نہ کسی صورت میں آپکے ذریعے یا آپ کی جماعت کے توسط سے اعلائے کلمۃ اللہ ہو رہا ہے اور مسجدیں بن رہی ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اذان کس صورت میں اور کس طرح اس رؤیا میں درخت پر بیٹھے ہوئے اُس آدمی کو سُنائی دی جس نے اس اذان کو دوہرایا۔ اس حقیقت کی تشریح کو بعد کی سطور میں بیان کیا جائے گا۔ فی الحال رؤیا کے دوسرے واقعاتی حصے بیان کئے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ ضرور یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کی سُنت کے مطابق خدا تعالیٰ کے فرستادوں کی بعض پیشگوئیاں ان کے بعد ان کے خلفاء کے ہاتھ پر پوری ہوتی ہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ مامور کبھی کشف میں اپنے آپ کو دیکھتا ہے مگر

---

[1] اس مضمون میں صفحات تذکرہ طبع اوّل کے ہیں۔ طبع دوم کے صفحہ ۵۳۷ پر یہ رؤیا درج ہے۔ (الفرقان)

مراد اس سے اس کی جماعت ہوتی ہے۔

(۲) رؤیا میں جو ایک اونچے درخت کا ذکر ہے اس سے مراد کوئی جماعت یا کوئی لیگ ہی لی جا سکتی ہے۔ ویسے بھی عام طور پر روحانی اور الہامی زبان میں کسی گروہ یا جماعت کو شجرہ کے لفظ سے ادا کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں مسلم لیگ مراد ہو سکتی ہے[1] جس کا امتیازی اور ظاہری رنگ بھی شجری یعنی سبز ہے۔ درخت کے اُوپر بیٹھنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ وہ عظیم المرتبت شخص اس جماعت کا صدر نشین ہوگا۔

(۳) پھر رؤیا کے یہ الفاظ ہیں "اس کے بعد میں نے باآواز بلند درود شریف پڑھنا شروع کیا"۔ درود شریف اس وقت پڑھا جاتا ہے جب کہ عام انسانی ہمدردی کے ساتھ کسی حد تک اپنی دعاؤں اور کوششوں کو صرف اُمتِ محمدیہ کے لئے مختص کرنا مقصود ہو۔

(۴) پھر الفاظ ہیں "اس کے بعد وہ آدمی نیچے اُتر آیا"۔ اس میں نیچے اُترنے کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اس عظیم المرتبت شخص کو ایک دن درخت یعنی لیگ سے مستعفی ہو کر اُس کی صدارت کو چھوڑ دینا ہوگا۔

(۵) پھر الفاظ یہ ہیں "اس نے کہا کہ سیّد محمد علی شاہ آگئے ہیں"۔ یہ حقیقت ہے کہ اس وقت مخصوص حالات میں خود قائدِ اعظم محمد علی جناح کے لئے پاکستان کا پہلا گورنر جنرل بننا ضروری تھا اور اسی لئے قائدِ اعظم خود یہ منصب قبول کرنے کیلئے تیار تھے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

سیّد محمد علی شاہ

اس طرح گویا پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد قائدِ اعظم محمد علی جناح ہمارے ملک کے فرمانروا یعنی سیدا اور شاہ بنے اور اس طرح الہامی فقرے کی تصدیق ہوگئی کہ سیّد محمد علی شاہ آگئے اور پھر جب آپ نے گورنر جنرل بن کر گورنمنٹ کی سربراہی اختیار کر لی تو قاعدہ کے مطابق آپ کو مسلم لیگ کی صدارت سے مستعفی ہونا پڑا۔ قائدِ اعظم پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے ۷ راگست ۱۹۴۷ء کو دہلی سے عازمِ کراچی ہوئے۔ جب آپ کراچی پہنچے تو شہر کے ہوائی اڈے پر آپ کے استقبال کے لئے عقیدتمندوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ ارکانِ حکومت اور اکابرِ ملک سے مصافحہ کرنے کے بعد جب آپ کی سواری گورنمنٹ ہاؤس کی جانب روانہ ہوئی تو آپ کے پیچھے فوج، پولیس اور رضاکاروں کے دستہ کا ایک طویل جلوس تھا۔ اُس وقت پاکستان زندہ باد، قائدِ اعظم زندہ باد اور شہنشاہ پاکستان زندہ باد کے نعروں سے کراچی کی فضائیں گونج رہی تھیں۔ ادھر فضا میں طیارے اور سمندر میں بحری جہاز قائدِ اعظم کو سلامی دے رہے تھے اور اس طرح گویا اس الہامی فقرے "اس نے کہا کہ سیّد محمد علی شاہ آگئے ہیں" کی عملی تعبیر ہو رہی تھی۔ یعنی یہ کہ وہ شخص جب نیچے اُتر آیا تو بجائے تنزل کے اس کے مرتبہ میں اضافہ ہوگیا اور سیّد کے لقب سے ملقب ہوا۔ شاہ کا لفظ بھی بادشاہت، حکومت اور سلطنت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس کے بعد زلزلہ کے آنے کا ذکر ہے جو ایک بے نظیر ملکی تغیر اور

---

[1] اس نقطہ کی دوسری تعبیر دوسری جگہ ملاحظہ ہو۔ (ایڈیٹر)

ہولناک عظیم سیاسی انقلاب کی نشاندہی کر رہا ہے۔ گویا زلزلہ سے حالات اُلٹ پلٹ ہو گئے ہیں اور ایک نیا سیّد اور ایک جدید شاہ بنا رہا ہے کہ پہلی حکومت اور سیادت کی صف لپیٹ دی گئی اور اب سے نئی سلطنت اور ایک نئی مملکت نئے حاکم اور نئے والی کی زیر سیادت معرضِ وجود میں آگئی۔

یہی وہ اذان تھی جو پہلے بظاہر نا معلوم سی تھی۔ لیکن اس شخص نے جو پہلے شاہ یا سیّد نہ تھا جب اس اذان کو سُنا اور اسے دوہرایا اور دُہراتے ہوئے درخت سے اُترا تو سیّد اور شاہ بننے سے ملک میں ایک عظیم الشان تغیر اور بے مثل انقلاب کا باعث بنا۔

شدید زلزلہ

رؤیا میں جو یہ الفاظ ہیں "اس کے بعد دیکھتا ہوں کہ بڑے زور سے زلزلہ آیا ہے اور زمین اس طرح اُڑ رہی ہے جیسے روئی دُھنی جاتی ہے"۔ پاکستان بننے کے بعد اپنی تفسیر آپ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے کچھ دن پہلے ہی فسادات شروع ہو گئے تھے۔ مگر جب پاکستان سچ مچ ایک اٹل حقیقت کی طرح اپنوں اور بیگانوں کو حیران کرتے ہوئے معرضِ وجود میں آگیا اور قائدِ اعظم نے بطور گورنر جنرل کے چارج لے لیا اور وہ پاکستان کے سیّد اور شاہ بن گئے تو پشاور سے دہلی تک اور پھر دہلی سے بہار اور بنگال تک پورے ہند و پاک میں ایک ایسا زلزلہ آیا جس نے ہر شہر، ہر گاؤں، ہر مکان اور ہر فرد کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہزاروں عظیم عمارتیں کھنڈر ہو گئیں، ہزاروں گاؤں ویران ہو گئے اور ہزاروں آبادیاں پیوندِ زمین ہو گئیں۔ لاکھوں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں کچھ لوگوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے منتقل ہونا شروع کر دیا اور کچھ نے مغرب کی طرف منہ کر کے ترساں و لرزاں بھاگنا شروع کر دیا۔ جس کے پاس کرایہ تھا اور اسٹیشن تک پہنچ سکتا تھا وہ ریل گاڑی پر سوار ہوا، جس کے پاس لاری، بس یا موٹر تھی اس نے وقت ضائع کئے بغیر اسی ذریعۂ سفر کو اختیار کر لیا۔ جس کے پاس بیل گاڑی تھی اس نے اسی پر نقلِ مکانی کی ٹھانی۔ جس کے پاس کچھ بھی نہ تھا اس کو چاروناچار کس مپرسی کے عالم میں ہزاروں لوگوں کے قافلے میں شامل ہو کر پیدل سفر اختیار کرنا پڑا اور یہ سب کچھ ایسا آناً فاناً ہوا کہ انسان باور بھی نہیں کر سکتا کہ ایسا کیونکر اور کس طرح ہوا۔ اس واسطے کہ الٰہی نوشتوں کے مطابق خارقِ عادت طور پر زمین کے لئے روئی کی طرح دُھنکا جانا مقدر تھا۔ جیسا کہ رؤیا کے الفاظ ہیں "اس کے بعد دیکھتا ہوں کہ بڑے زور سے زلزلہ آیا ہے اور زمین اس طرح اُڑ رہی ہے جیسے روئی دُھنی جا رہی ہو"۔ زمین سے اگر یہاں مراد اہلِ زمین ہی کو لیا جائے تو رؤیا اپنی تعبیر کے لحاظ سے اور زیادہ بیّن اور ظاہر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اگست ۱۹۴۷ء اور اس کے کچھ عرصہ بعد جو وحشت اور بربریت کے مظاہرے برصغیر ہند و پاک نے دیکھے ہیں ان کے متعلق کون کہہ سکتا ہے کہ انسانوں کو روئی کی طرح دُھنکا نہیں گیا اور ان کے اجسام کو ٹکڑے ٹکڑے نہیں کیا گیا۔ قیامِ پاکستان کے وقت خصوصیت سے ہر جگہ خون آلود لاشیں، کٹے ہوئے سر اور سر بریدہ اجسام

کے ڈھیر نظر آتے تھے۔ کھیتوں میں، سڑکوں پر، گلیوں میں، ریل کی پٹڑیوں پر، دریاؤں میں، پلوں کے نیچے اور اوپر، دھنکے ہوئے انسانی لاشوں کے انبار دکھائی دیتے تھے۔ داکثر تاکہ ان ڈھیروں میں خون آلود برقعے اور مسلمانوں کی ٹوپیاں زیادہ نظر آتی تھیں۔ یوں بھی ہوا کہ پیچش، بھوک اور تھکان سے نڈھال پیدل قافلوں پر جب سکھ تلواریں، برچھے اور بھالے لیکر جھپٹ پڑتے تھے تو اس وحشی پن کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کسی غیبی طاقت نے ان لوگوں کو گھروں سے نکال کر ان قافلوں میں اسلئے شامل کیا تا وہ روئی کی طرح دھنکے جائیں۔ اور یہ سب کچھ ایک ایسے قلیل عرصہ میں ہوگیا قدرت کا یہ ایک طے شدہ امر تھا جس نے وقت پر اپنی نوشت کے مطابق پورا ہونا تھا۔ نقل مکانی کے یہ حالات اپنی نوعیت کے لحاظ سے کچھ ایسے تھے کہ ان کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ درحقیقت خدا کے نبیوں کا قبل از وقت ان واردات اور حوادث کی خبر دینا خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک زبردست دلیل ہوا کرتا ہے کیونکہ ان کی خبر دینے والے کسی ظاہری علم کے ماہر نہیں ہوتے بلکہ ان کے علم کی بنیاد تو صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی وحی اور اس کی مرضی ہوا کرتی ہے۔

غیر ملکی مبصروں کی شہادتیں

زلزلے کی شدت اور اسکی اہمیت بتلانے کے لئے یہاں چند غیر ملکی مبصروں کی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔

اخبار "ڈیلی میل" لنڈن کا نمائندہ مسٹر رالف اپنا چشم دید بیان ۲۷ اگست ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں یوں لکھتا ہے:-

"میری کہانی کو وہی لوگ سن سکتے ہیں جو بہت بڑا دل گردہ رکھتے ہیں۔ میری کہانی گزشتہ جمعہ کے روز یعنی ۲۲ اگست ۱۹۴۷ء سے شروع ہوتی ہے جب کہ میں کراچی سے نمبر ۲ اپ ٹرین میں سوار ہوکر براہِ لاہور عازم دہلی ہو رہا تھا۔ لاہور تک مجھے سفاکی اور ظلم کا نہ کوئی منظر نظر آیا اور نہ میں نے کوئی لاش دیکھی۔ ٹرین کو لاہور پہنچنے میں صرف اڑھائی گھنٹے کی تاخیر ہوئی جو ہندوستان میں ساڑھے سات سو میل کے سفر میں ایک معمولی سی بات ہے۔ مجھے اطلاع مل چکی تھی کہ مشرقی پنجاب میں خوفزدہ انسانوں کی بھاری جمعیت کے ساتھ بے انتہا بربریت کا سلوک کیا جا رہا ہے۔ دورانِ سفر میں میں نے محسوس کیا کہ لوگ ان اطلاعات سے بہت متاثر ہیں۔ لاہور پہنچ کر عام دہشت کا اثر بہت نمایاں محسوس ہونے لگا کیونکہ اسی دن لاہور میں ایک خون سے رنگی ہوئی ٹرین ۱۵ - اپ پہنچی تھی۔

جس کے سینکڑوں مسلمان مسافروں کو بھٹنڈہ جنکشن پر تہ تیغ کیا گیا تھا اس گاڑی پر سے صرف آٹھ مسلمان اتارے گئے جو بری طرح گھائل تھے یہ گاڑی نو ڈبوں پر مشتمل تھی جن میں ایک ہزار مسافر بآسانی سوار ہو سکتے تھے۔ انجن ڈرائیور اور گارڈ نے بتایا کہ اس ٹرین کو بھٹنڈہ جنکشن کے پرلے سرے پر کسی نے خطرہ کی زنجیر کھینچ کر ٹھہرا لیا اور ٹرین کے ٹھہرنے کی دیر تھی کہ چاروں طرف سے سکھ اس پر ٹوٹ پڑے اور ٹرین کے مسافروں کو کرپانوں، نیزوں اور بھالوں سے قتل کرنے لگ پڑے اس ٹرین پر صرف مسلمان پناہ گزین سوار تھے جو لاہور جانا چاہتے تھے۔ فوج کا حفاظتی دستہ جو چند افراد پر مشتمل تھا بے بسی کے عالم میں کھڑا مسلمان مسافروں کے قتل عام کا تماشہ دیکھتا رہا۔ بیسیوں انسانوں کے اجسام ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے اور انکی نعشیں نہر میں پھینک دی گئیں جو پاس ہی پوری طغیانی کے ساتھ بہہ رہی تھی۔ سینکڑوں مسلمان سراسیمگی کے عالم میں کھیتوں کی طرف بھاگے

ان کو بھی عین عالم فرار میں قتل کر دیا گیا تھا۔ یہ قتل عام کئی گھنٹوں تک جاری رہا۔ گارڈ اور ڈرائیور بچ گئے کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو ہندو ظاہر کیا تھا۔ ہماری گاڑی دس گھنٹوں کی تاخیر کے بعد اتوار کی صبح کو چھ بجے لاہور سے دہلی کی طرف روانہ ہوئی، پاکستان کو ہر جگہ وہی کچھ پیش آ چکا تھا جو بھٹنڈہ میں گزرا۔ لیکن ان مناظر پر کچھ گھناؤنے اضافے بھی ہو چکے تھے۔ گدھوں کے غول ہر گاؤں کے نزدیک ریلوے لائن پر اکٹھے ہو رہے تھے۔ فیروزپور کے مکانات سے ابھی تک شعلے اٹھ رہے تھے۔ کتے انسانی لاشوں کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کھا رہے تھے۔ ان بھیانک نظاروں کے باوجود ابھی تک میرے دل پر اس تباہی کی ہمہ گیر ہولناکیاں پوری طرح منکشف نہ ہوئی تھیں کہ ہم چار بجے شام تک بھٹنڈہ پہنچ گئے وہاں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ اس دور افتادہ ریلوے جنکشن پر سکھوں کے غول پوری طرح مسلح ہو رہے ہیں۔ ریلوے ٹرینوں کی نقل و حرکت کا ذمہ دار ڈونلڈ میک ملسن نامی سکاٹ ریلوے

انسپکٹر تھا، جو اکیلا بیس آدمیوں کا کام کر رہا تھا۔ ہر طرف سے نعشوں اور سسکتے ہوئے مجروحین سے لدی ہوئی ریل گاڑیاں آ رہی تھیں جس وقت ہم بھٹنڈہ کے اسٹیشن پر پہنچے تو میکسن کو عجیب مصیبت میں الجھا ہوا پایا۔ اس وقت پناہ گزینوں کی دو ٹرینیں اسٹیشن پر کھڑی تھیں۔ دونوں ہزاروں مسافروں سے لدی ہوئی تھیں۔ ایک ٹرین مسلمان پناہ گزینوں کی تھی جو لاہور کی طرف جانے والی تھی دوسری ٹرین ہندو اور سکھ پناہ گزینوں کی تھی جسے دہلی کی طرف کوچ کرنا تھا۔ دونوں گاڑیاں اسی اسٹیشن پر رکی پڑی تھیں۔ ریلوے پولیس کا جو معمولی دستہ میکسن کی تحویل میں تھا اس کے سپاہیوں کو سکھوں نے دھمکی دے رکھی تھی کہ اگر انہوں نے اُن کے (یعنی سکھوں کے) کام میں دخل دیا تو وہ ڈیوٹی سے فارغ ہو کر گھر جاتے پر اپنے بال بچوں کو کٹا ہوا پائیں گے۔ ہمیں بھٹنڈہ پہنچے ابھی دس منٹ گزرے تھے کہ میں نے ایک مسلمان بھکاری کو چند پیسے دیئے ہیں اُسی وقت ایک سکھ نے اُس بھکاری اور اُس کے ساتھی کو کرپان مار کر گرا دیا۔ سکھ یہ حرکت کر کے بھاگا مگر پولیس نے اس کو پکڑ لیا۔ دو گھنٹے کے بعد وہ سکھ کافی شہادت نہ ملنے کی بنا پر چھوڑ دیا گیا۔ میں نے جان لیا کہ آزاد ہو جانے اور قابو سے باہر ہونے کے حقیقی معنے کیا ہیں۔ ہماری ٹرین سے ذرا فاصلے پر انسانی لاشوں کا ایک ڈھیر نظر آ رہا تھا۔ میرے دیکھتے دیکھتے پولیس کے دو سپاہی ہاں مزید لاشوں سے لدی ہوئی گاڑی لائے جو اس ڈھیر پر پھینک دی گئیں لاشوں کے اس ڈھیر کے اُوپر ایک انسان ابھی کچھ زندہ تھا اور وہ کراہ رہا تھا۔ پولیس کے سپاہیوں نے اسے دیکھا لیکن وہ بھی اپنی لائی ہوئی لاشیں ڈھیر پر پھینک کر چلتے بنے۔ ایک بوڑھا مسلمان کسان خاک و خون میں لتھڑا ہوا اس ڈھیر سے تھوڑے فاصلے پر پڑا دم توڑ رہا تھا۔ اس کے گلے سے خون جاری تھا۔ اس کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے تھے۔ اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ زمین پر ایک کتا اور درخت پر ایک گدھ اس کی موت کے انتظار میں اسے بیتابی کے ساتھ گھور رہے تھے۔

شام کے وقت مسلمانوں کا ایک

جم غفیر ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ ٹرین کی طرف بڑھتا ہوا نظر آیا۔ سکھ جو اسٹیشن پر موجود تھے بھاگ گئے۔ ہم نے اپنے فوجی محافظوں کو ان کی طرف بھیجا۔ پولیس کے سپاہی جو جا رہے تھے لیکن وہ بھی فوجیوں کے ہمراہ ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا یہ گروہ جنگ و جدال کی غرض سے نہیں بلکہ پناہ ڈھونڈنے کی غرض سے آ رہا ہے۔ میک ملسن نے فی الفور ایک ریل گاڑی تیار کی، ہماری ٹرین کا انجن اس سے لگا دیا گیا تاکہ یہ مسلمان جلد سے جلد بھٹنڈہ کی خطرناک حدود سے نکل جائیں۔ ہماری ٹرین کا انجن اپنے فوجی حفاظتی دستے سمیت جا چکا تھا اسلئے ہمیں یہ رات بھٹنڈہ ہی میں بسر کرنا پڑی۔ وہ بڑی بھیانک رات تھی۔ میک ملسن نے پناہ گزینوں کو پاکستان کی طرف جلد روانہ کر کے قتل عام کی ایک اور واردات کو روک دیا لیکن رات بھر اکا دکا مسلمانوں کے قتل کا مشغلہ جاری رہا۔ صبح کے وقت میرے ملازم نے مجھے جگایا اور یہ رپورٹ دی۔ کہ رات بھر سے اب تک بائیس مزید مسلمان قتل ہو چکے ہیں۔

اگلے دن ہم وہیں ٹھہرنے پر مجبور تھے کیونکہ کوئی سٹیشن ہماری ٹرین کی ذمہ داری لینے کو تیار نہ تھا۔ ہماری ٹرین میں صرف ہندو اور سکھ مسافر تھے یورپین معدودے چند تھے۔ لیکن سٹیشن ماسٹر دہلی کے برقی اور ٹیلیفون پیغامات کہہ رہے تھے کہ سکھوں کے غول کے غول خونریزی کی بہتات کے باعث بدمست اور پاگل ہو رہے ہیں۔ وہ ہر ٹرین پر حملہ کر دیتے ہیں۔ خدا خدا کر کے دہلی سے محافظ دستہ آیا اور ہم چار بجے شام کو بھٹنڈہ سے روانہ ہوئے۔

اگلے اسٹیشن پر سکھوں کا بھاری ہجوم نظر آیا۔ داڑھیوں اور بالوں والے یہ لوگ کرپانوں، تلواروں، کلہاڑیوں، نیزوں، بھالوں اور خنجروں سے مسلح تھے۔ بعض کے ہاتھوں میں چمڑے کے تازیانے بھی تھے جن کے سروں پر سکے کی بھاری گولیاں سلی ہوئی تھیں۔ کچھ مزید سکھ گھوڑوں، ٹٹوؤں اور اونٹوں پر سوار سٹیشن کی طرف آ رہے تھے لیکن ان کا رویہ دوستانہ تھا۔ انہوں نے گاڑی کے ہندو سکھ مسافروں کو کھانے کی چیزیں دیں اور اپنی مشکوں سے پانی پلایا۔ اگلے سٹیشن پر بھی یہی کیفیت مشاہدہ میں آئی

راستے میں کہیں کہیں انسانی لاشیں پڑی نظر
آتی تھیں جو ریل کی پٹری سے گھسیٹ کر
پاس ہی ڈال دی گئی تھیں۔ ہولناک ترین دن
کے سلسلے کی یہ آخری کڑیاں تھیں جنہیں ہم
دیکھتے ہوئے دہلی پہنچ گئے۔"

اخبار "ڈیلی ٹیلیگراف" لندن کا نامہ نگار خصوصی اپنا
آنکھوں دیکھا حال ۲۲ اگست ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں
یہ لکھتا ہے:-

"آج میں جالندھر پہنچا۔ یہ شہر پہلے
ہنستا ہوا صاف ستھرا شہر تھا۔ لیکن
اب لاشوں کی بستی ہے جس کی فضا
شعلوں اور دھوئیں سے مستور نظر آ رہی
ہے۔ یہاں پیر کے دن بروز عید ۱۸ اگست
کو ہلاکت کا سلسلہ شروع ہوا اور منگل
کے روز اپنی انتہا کو پہنچا۔

سرحدی فوج کے ایک مسلم کپتان نے
مجھے شہر کے دروازے پر روکا اور کہا
کہ اس شہر پر قابو پانے کے لئے ہماری
مختصر سی جمعیت قاصر رہ گئی ہے۔ مقامی
حکام فتنہ و فساد کرنے والوں کی مدد
کر رہے ہیں۔ اگر آپ اس شہر میں جانا
چاہتے ہیں تو اپنی ذمہ داری پر جا سکتے
ہیں۔

میں کار پر سوار تھا، شہر میں داخل
ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہر کوچے اور
ہر بازار میں سکھ اپنی تلواریں لہراتے ہوئے
پھر رہے ہیں اور مسلمانوں کے ان مکانات
کو جو ابھی کھڑے ہیں مٹی کا تیل چھڑک کر
آگ لگا رہے ہیں اور یہ سب کچھ پنڈت
نہرو کی پولیس دیکھ رہی ہے۔ نیچے ایک
چوراہے پر بچے کھچے مسلمان پناہ گزین
جمع ہو رہے تھے۔ ایک لاکھ بیس ہزار
کی مسلم آبادی میں سے یہی مٹھی بھر لوگ
باقی بچے تھے۔"

اخبار "ڈیلی ایکسپریس" لندن کا نامہ نگار لکھتا ہے:-

"آج نذرِ آتش ہونے کے لئے لدھیانہ
کی باری آگئی۔ یہ شہر دہلی سے ایکسو نوے
میل شمال کی جانب واقع ہے اور مسلم
اکثریت کا مالک ہے۔ آج اس شہر کے
ایک لاکھ سکھوں نے سکھ پولیس کی مدد سے
مسلمانوں پر حملہ کر دیا جس کی توقع کی جا رہی
تھی۔ میں نے کارروائی شروع ہونے سے
کوئی نصف گھنٹہ بعد موٹر کار پر سوار
ہو کر شہر کا دورہ کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ
شہر کا شہر جل رہا ہے۔ شور مچانے والے
اور نعرے مارنے والے سکھوں کا اژدحام
من مانی کارروائی کر رہا ہے۔ مسلمان اپنے
گھروں میں بند ہیں۔ شہر میں ہر طرف خطرے
کے بگل بج رہے ہیں اور سکھ ٹامی گن سے
لے کر نیزوں، بھالوں اور تلواروں تک

"ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح مسلمانوں کو
گھروں سے نکال نکال کر قتل کر رہے ہیں۔"

مذکورہ بالا بیانات مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کئے گئے ہیں ورنہ جہاں تک حقائق کا تعلق ہے اس قسم کے واقعات بنگال، دہلی اور کانپور سے لیکر جالندھر بٹالہ اور امرتسر تک ہر گاؤں، ہر قریہ اور ہر شہر میں ہوئے اور اس طرح کئی آبادیاں اپنے رہنے والوں سے ویران ہوگئیں اور لاکھوں انسان بے خانماں ہوگئے اور لاکھوں ہی تہ تیغ کر دیئے گئے۔ کیا ان واقعات کو دیکھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اتفاقیہ طور پر ہوا ہے۔ واقعی یہ ایسا واقعہ ہے کہ جب سے زمین بنی ہے ایسا واقعہ کبھی نہیں ہوا۔ اس واقعہ کی تمام تفصیلات مجملاً اپنی صحیح ترتیب کے ساتھ اس زمانہ کے مامور من اللہ نے اپنی رؤیا کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے خبر پاکر پہلے سے ہی بتا دی تھیں۔ یعنی یہ کہ ایک شخص جس کا نام محمد علی ہے اس کے درخت سے اُترنے کے بعد یہ تمام واقعات ظہور پذیر ہونگے۔ یعنی یہ کہ قائد اعظم کا مسلم لیگ کی صدارت سے مستعفی ہو کر بطور گورنر جنرل کے پاکستان کا چارج لینے کے بعد یہ زلزلہ اور زمین کا روئی کی طرح دُھنکا جانا اپنی پوری تفصیلات کے ساتھ ظہور پذیر ہوگا۔ چنانچہ بعینہٖ اسی طرح وقوع میں آیا جیسا کہ رؤیا میں بیان کیا گیا تھا۔ دیکھنے اور سمجھنے والے بتائیں کہ کیا یہ تصرف الٰہی نہیں کہ ایک شخص پہلے سے ہی ایسی باتیں کہہ سکے جنکے وقوع میں اُسے کوئی دسترس نہیں اور پھر وہ تمام باتیں لفظ بلفظ پوری ہو جائیں۔ کیا اس سے خبر دینے والے کی صداقت اور خدا تعالیٰ کی قدرت و عظمت کا اظہار نہیں ہوتا؟

رؤیا کا آخری فقرہ

اگرچہ یہ ساری رؤیا اپنی جزئیات کے لحاظ سے بہت عظیم ہے مگر اس رؤیا میں آخری فقرہ اپنے مطالب اور مخصوص معانی کے اعتبار سے بہت زیادہ اہم اور پُرشوکت ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کلام ہے اور وحی کی صورت میں نازل ہوا ہے۔ شروع میں حضورؓ کو رؤیا دکھایا گیا۔ مگر اس رؤیا کے آخر میں جب آپؑ کا درک، وجدان اور انجذاب الی اللہ اور بڑھا تو رؤیا والی حالت بدل گئی اور آپؑ کو یہ الہام ہوا۔

"ہے سرِ راہ پہ تمہارے وہ جو ہے مولا کریم"

جو کہ اپنے معانی اور واقعات کے لحاظ سے جسے میں ابھی بیان کروں گا بہت زیادہ اہم اور وقیع ہے۔ اس مضمون کا الہام آپؑ کو صرف ایک دفعہ ہی نہیں ہوا بلکہ اس مضمون سے بعینہٖ ملتے جلتے آپؑ کو اور بھی الہامات ہوتے ہیں۔ چنانچہ سنہ ۱۹۰۲ء میں ۲۱ر دسمبر کی رات کو جس کی صبح ۲۲ر دسمبر تھی اور جو آخر عشرہ رمضان کی پہلی رات تھی آپؑ کو الہام ہوتا ہے:-

۱۔ "یأتی علیک زمنٌ کمثل زمن موسیٰ"

اگلے دن پھر اسی مضمون کے متعلق ایک اور الہام اللہ تعالیٰ کی طرف سے سنایا جاتا ہے:-

۲۔ "انہٗ کریمٌ تمشی امامک وعادیٰ من عادیٰ"

ترجمہ (۱) تجھ پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جو موسیٰ

کے زمانہ کی طرح ہوگا۔

(۲) وہ یقیناً کریم ہے تیرے آگے آگے چلے گا اور اس سے عداوت کریگا جس نے تجھ سے عداوت کی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:- اِن دونوں (الہامات) کا تعلق آپس میں ضرور ہے..... اور پھر توریت میں اسی قسم کا مضمون ہے کہ خدا نے موسیٰ سے کہا کہ تو چل مَیں تیرے آگے آگے چلتا ہوں۔

ہجرت کی طرف اشارہ

ان الہامات سے پتہ چلتا ہے کہ ایک وقت ایسا آن پہنچے گا جب کہ جماعت احمدیہ کو بنی اسرائیل کی طرح ہجرت کرنی پڑے گی۔ چنانچہ ۱۹۴۷ء کے قیامت خیز حالات اور نقل مکانی کے واقعات ان پیشگوئیوں کی تکمیل اور ان کی صداقت پر شاہد ہیں اور وحی کے یہ الفاظ "ہے سرِ راہ پر تمہارے وہ جو ہے مولا کریم" بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کے ساتھ ہجرت کے بارے میں خاص طور پر کریمانہ سلوک کریگا اور گویا وہ خود رہنمائی کریگا۔ اور یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کے لشکر کے بد ارادوں سے محفوظ کر لیا تھا اسی طرح جماعت احمدیہ کو جب کہ وہ تباہی اور بربادی کے شکنجے میں آچکی ہوگی محفوظ کر لے گا۔ یہ اس طرح ہوُا کہ آخر اگست ۱۹۴۷ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ قادیان سے جماعت کے مشورے پر لاہور تشریف لاتے ہیں تاکہ پاکستان اور ہندوستان کے اربابِ اختیار کو قادیان کے اردگرد اور مشرقی پنجاب میں پیدا شدہ وحشت ناک حالات سے آگاہ کر کے کوئی انتظام کروایا جائے۔ یاد رہے کہ ان دنوں فسادات کے پیشِ نظر اکثر اوقات لاہور میں بین المملکتی مجلسیں منعقد ہوُا کرتی تھیں۔ اس اثناء میں الٹا قادیان کے اردگرد دُور دُور تک دیہاتوں کا صفایا کر کے خود ملٹری نے تمام فوجی ساز وسامان کے ساتھ قادیان کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے علاوہ ریل، ڈاک، تار، ٹیلیفون، ہوائی جہاز بلکہ ہر قسم کا تعلق کاٹ کر قادیان کو بیرونی دنیا سے بالکل منقطع کر دیا چنانچہ حضرت امام جماعت احمدیہ اس حالت میں قادیان سے لوگوں کو نکالنے کا انتظام فرماتے ہیں اور اس وقت تک آرام نہیں لیتے جب تک کہ تمام بچوں، عورتوں اور مردوں نے ہجرت نہ کر لی۔ اس طرح گویا آپ درحقیقت اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوئے کیونکہ قادیان میں لوگ واقعی اسیر ہو چکے تھے۔ الغرض قادیان سے لاہور تشریف لانے کا منشا اور مدعا یہ تھا کہ جماعت کے لئے ایسا انتظام کیا جائے کہ وہ ہجرت بھی کر سکے اور کرے بھی محفوظ طریق پر۔ چنانچہ آپ کی طرف سے ہر دم اور ہر آن حالات کے مطابق ہدایات پہنچتی رہیں اور آپ لگاتار بسوں اور لاریوں کا انتظام کرتے رہے۔ مآل کار جماعت احمدیہ نے نہایت محفوظ اور مصئون طریق سے ہجرت کی جسے دیکھ کر انسان بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ واقعی ربّ کریم نے اپنے وعدے "ہے سرِ راہ پر تمہارے وہ جو ہے مولا کریم" کے مطابق نہایت درجہ کریمانہ سلوک کیا اور بغیر جان یا عزت کے نقصان کے ہجرت کرائی جب کہ مشرقی پنجاب

اور ہندوستان کے باقی علاقوں میں دوسرے لوگ بُری طرح موت اور زخموں کا شکار ہو رہے تھے۔ جب کہ عورتوں کی چھاتیوں سے دودھ کی بجائے خون ٹپکایا جا رہا تھا جب کہ راستہ میں عورتوں کی تڑپتی ہوئی لاشیں دیکھنے میں آ رہی تھیں۔ ایسی لاشیں کہ جنہوں نے گجرے تو پہنے ہوتے تھے مگر اُن کے سرتن سے جُدا ہوئے تھے۔ جب سلسل عصمت دری سے برسرِعام نوجوان عورتوں کو ہلکان کیا جا رہا تھا۔ جب کہ بچوں کے خون سے اُن کے والدین کے سامنے برچھیوں اور نیزوں کو رنگا جا رہا تھا اور والدین اس بے بسی کی حالت میں بھی کچھ نہ کر سکتے تھے جب کہ مردوں کو اُن کی عورتوں کے سامنے گھائل کر کے اور سسکتے ہوئے اور پانی مانگتے ہوئے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ المختصر یہ کہ جب کہ ہر جگہ انسان سکرات موت میں ایڑیاں رگڑ رہا تھا اُس وقت جماعت احمدیہ فتنہ و فساد کے مراکز یعنی بٹالہ اور امرتسر جیسے خطرناک مقامات سے گزر کر ہجرت کرتی ہے اور وہ بھی نہایت درجہ سلامتی کے ساتھ۔ حالانکہ احمدی دفاعی مقابلوں میں اور دوسرے غیر احمدی مسلمان بھائیوں کی حفاظت کی خاطر متعدد بار دشمن کو زک پہنچا کر سکھوں کو بُری طرح غصہ دلا چکے تھے۔ لیکن چونکہ جماعت نے تباہی سے بچنا تھا اسلئے مخالف اپنی طاقت کے باوجود اپنے بد ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ صرف اور صرف دانت پیستے ہی رہ گئے۔ کیونکہ ربّ کریم نے پہلے سے ہی اپنی وحیٔ پاک میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کے ذریعہ یہ فرما دیا ہوا تھا "بے سر راہ پر تمہارے وہ جو کہ مولا کریم ہے"

ہجرت کے متعلق ایک اور رؤیا

۱۹ر جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کو ہجرت کے بارے میں رؤیا میں ایک نظارہ بھی دکھایا جاتا ہے جسے وہ اپنے الفاظ میں یوں بیان فرماتے ہیں:-

"دیکھا کہ میں مصر کے دریائے نیل پر کھڑا ہوں اور میرے ساتھ بہت سے بنی اسرائیل ہیں۔ اور میں اپنے آپ کو موسیٰ سمجھتا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھاگے چلے آتے ہیں۔ نظر اٹھا کر پیچھے دیکھا تو معلوم ہوا کہ فرعون ایک لشکر کثیر کے ساتھ ہمارے تعاقب میں ہے اور اس کے ساتھ بہت سامان مثل گھوڑے، گاڑیوں، رتھوں وغیرہ کے ہے اور وہ ہمارے بہت قریب آگیا ہے۔ میرے ساتھی بنی اسرائیل بہت گھبرائے ہوئے ہیں اور اکثر اُن میں سے بے دل ہو گئے ہیں اور بلند آواز سے چلاتے ہیں کہ اے موسیٰ ہم پکڑے گئے تو میں نے بلند آواز سے کہا۔ کلّا اِنّ معی ربی سیھدین۔ اتنے میں میں بیدار ہو گیا اور زبان پر یہی الفاظ جاری تھے"

اس رؤیا میں بھی بتایا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ اسرائیلیوں

کی طرح قادیان سے صحیح سلامت ہجرت کر گئی اور یہ کہ جس طرح اسرائیلی گھبرا گئے تھے اسی طرح جماعت احمدیہ پر بھی گھبرا دینے والے اور روح فرسا لمحات آئیں گے جن کی وجہ سے بعض کے دل کانپنے لگ جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ ان کو موسیٰ علیہ السلام جیسے لیڈر کے ذریعہ کامیابی اور سلامتی کا راستہ دکھائے گا۔

رؤیا والی اذان اور قائدِ اعظم کا اس کو دُہرانا

اذان دراصل اسلئے بلند کی جاتی ہے تاکہ سب مسلمان چھوٹے بڑے، امیر و غریب، حاکم و محکوم خداوند تعالےٰ کی توحید و تفرید اور اس کی عبادت کے لئے ایک جگہ پر اور ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ اسلام وہ مذہب ہے جس میں دین بھی عبادت ہے اور دُنیا بھی عبادت ہے بشرطیکہ نیت خدائے واحد کی رضا جوئی اور مسلمانوں کی ملّی فلاح کی ہو۔ اس لحاظ سے سیاسی اجتماع کے لئے بلاوا بھی اذان کا ہی حکم رکھتا ہے۔ چنانچہ سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے بعد مسلمانوں کی ملّی بہتری کے لئے اور سیاسی اجتماع کی خاطر جو عظیم الشان آواز دی گئی یہ وہ ندا تھی جو قائدِ اعظم نے مسلمانوں کے کانوں میں صورِ اسرافیل کی طرح پھونکی اور اس پر یوں ہر طرف سے لبیک لبیک کی آوازیں آنے لگ پڑیں کہ ہر شہر، ہر قریہ، ہر محلّہ اور ہر میدان اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھا۔ مگر یہاں قابلِ ذکر بات یہ ہے جو آج تک حیرت و استعجاب کا باعث بنی ہوئی ہے کہ شروع شروع میں قائدِ اعظم نہایت کٹر قسم کے کانگرسی تھے اور اس نظریہ کے نہایت سختی سے حامی تھے کہ ہندوستانیوں کو غیر ملکی اقتدار سے نجات دلانے والی سیاسی جماعت صرف اور صرف انڈین نیشنل کانگرس ہی ہو سکتی ہے۔ اور پھر وہ مسلم لیگ میں صرف اسی غرض کے لئے شامل ہوئے تھے کہ وہ سٹیج پر کانگرس کے کارناموں کو بیان کر کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کو ختم کرا سکیں جن کی بناء پر مسز سروجنی نائیڈو نے آپ کو "ہندو مسلم اتحاد کے سفیر" کا خطاب بھی دیا تھا۔ مگر یہاں سوال یہ ہے کہ آخر کس نے آپ جیسے با اصول اور محترم المقام لیڈر کو دو قوموں کا نظریہ سکھایا جس کی بناء پر بعد میں آپ نے تمام مختلف الخیال مسلمانوں کو ایک سیاسی سٹیج پر لا کھڑا کیا اور وہ کونسی اذان تھی جس کے سننے کے بعد آپ ساری عمر اسے دُہراتے رہے۔

دو قوموں کا نظریہ

عام طور پر مشہور یہ ہے کہ سب سے پہلے علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں پاکستان کا نظریہ مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس الٰہ آباد کے موقع پر پیش کیا تھا مگر حقیقت دراصل کچھ اور ہے۔ اس واسطے کہ پاکستان کا نظریہ اس وقت تک معرضِ وجود میں آ ہی نہیں سکتا تھا جب تک کہ دو قوموں کا نظریہ حتمی طور پر ثابت کر کے اپنوں اور غیروں سے منوا نہ لیا جاتا اور دو قوموں کا یہ نظریہ سب سے پہلے ۱۹۲۷ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے پبلک کے سامنے پیش کیا تھا۔ چنانچہ جب مانٹیگو چیمسفورڈ ریفارم سکیم کے مطابق اہلِ ہند کے مطالبات

کی تحقیق کرنے کے لئے ۱۹۲۷ء میں سائمن کمیشن آیا تو ہندوؤں نے برائے نام "آل پارٹیز کانفرنس" منعقد کر کے ۱۲ اگست ۱۹۲۸ء کو اپنے مطالبات "نہرو رپورٹ" کی شکل میں شائع کیئے۔ اس رپورٹ میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ مسلمان مخلوط انتخاب قبول کر لیں گے۔ جس کا دراصل مقصد اکثریت کی بناء پر ہندو راج قائم کرنا تھا۔ اس موقع پر حضرت امام جماعت احمدیہ کیونکر خاموش رہ سکتے تھے۔ چنانچہ آپ کے زیر ہدایت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے سائمن کمیشن کے سامنے اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں کی نشستیں محفوظ کر دی جائیں اور یہ کہ انتخاب مخلوط نہ ہو بلکہ جُداگانہ ہو۔ حالانکہ اس سے پہلے ۱۹۲۷ء میں دہلی میں مسلم لیڈروں نے ایک جلسہ کر کے بعض معمولی شرائط کے ساتھ مخلوط انتخاب کو تسلیم کر لیا تھا۔ اسی سال یعنی ستمبر ۱۹۲۷ء میں مسلم لیگ نے شملہ میں تمام مختلف الخیال مسلمانوں کے نمائندگان کو بلا کر ایک نہایت ہی اہم میٹنگ منعقد کی جس میں قائدِ اعظم بھی تشریف لاتے ہوئے تھے اور حضرت امام جماعتِ احمدیہ کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ اس میٹنگ میں بھی اکثر نمائندوں نے مخلوط انتخاب پر ہی زور دیا تھا۔ آخر میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے جُداگانہ انتخاب کی تائید میں ایک ایسی مؤثر تقریر فرمائی جس کے اثر سے حاضرین کی رائے جُداگانہ انتخاب کے حق میں ہو گئی۔ آپ نے صرف تقریر پر ہی اکتفا نہ کیا۔ بلکہ "نہرو رپورٹ پر تبصرہ" شائع کر کے

ہزاروں کی تعداد میں انگلستان اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا۔ تاکہ مسلمان مخلوط انتخاب کے بدنتائج کو جان لیں اور ہندوؤں کی سیاست کو سمجھ سکیں۔ آپ نے تبصرہ میں مختلف تاریخی اور سیاسی شواہد سے یہ ثابت کیا کہ جب تک اقلیت کے حقوق محفوظ نہیں کر لئے جاتے تب تک اکثریت کو ظلم کرنے سے کسی صورت میں بھی نہیں روکا جا سکتا کیونکہ یہاں ہندوستان میں دو مختلف ہندو اور مسلم قومیں بستی ہیں اور ہندو اکثریت میں ہیں۔ اس تبصرہ میں آپ نے اکثریت کے اقلیت پر ظلم کرنے کی چھ وجوہات بیان کیں جو بعد میں جا کر حقائق بن کر ثابت ہوئیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

اقلیت پر ظلم کرنے کی چھ وجوہات

(۱) "اوّل وجہ یہ ہوتی ہے کہ اقلیت اس ملک میں پہلے حاکم رہ چکی ہو اور یا تو عملاً ظلم کر چکی ہو یا اکثریت کو یہ دھوکا لگ گیا ہو کہ اقلیت اپنے زمانۂ اقتدار میں اس پر ظلم کرتی رہی ہے ایسی صورت میں عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اکثریت اپنے برسرِ اقتدار ہونے پر حقیقی یا خیالی مظالم کا بدلہ اقلیت سے لیتی ہے۔ چنانچہ قدیم تاریخ کی مثالوں میں سے بدھوں کی مثال موجود ہے کہ انہیں ہندوؤں نے بالکل تباہ کر دیا۔

سپین کے مسلمانوں کی مثال موجود ہے کہ انہیں مسیحیوں نے تباہ کر دیا۔ یہی ذہنی حالت ہندوؤں کی ہے کہ تمام ہندو اپنی قومیت کو مضبوط کرنے کیلئے پورے زور سے شاذ و نادر صحیح لیکن اکثر جھوٹے اور منافرانہ الزامات مسلمان بادشاہوں پر لگا رہے ہیں اور اپنی قوم کے نوجوانوں کو یہ یقین دلا رہے ہیں کہ ان کے مذہب، ان کی تہذیب اور ان کے تمدن اور ان کی علمی ترقی کو مسلمانوں نے آکر بالکل تباہ کر دیا ہے۔ اگر وہ نہ آتے تو آج ہندو نہ معلوم کیا سے کیا ہوتے۔

(۲) دوسری وجہ جس کی بنا پر اکثریت اقلیت کو تباہ کرنا چاہتی ہے یہ ہے کہ اقلیت اپنی تہذیب اور اپنے تمدن کی وجہ سے اکثریت سے اعلیٰ ہو۔ ایسی صورت میں اکثریت چونکہ اقلیت سے خائف ہوتی ہے وہ اسے نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔ ہندو مسلمان سوال میں یہ صورت بھی پیدا ہے۔ تہذیب و تمدن کے اصول کے لحاظ سے مسلمانوں کو ہندوؤں پر برتری حاصل ہے۔ ان میں چھوت چھات نہیں، ان میں ایک حد تک قومی مساوات ہے۔ اس حالت میں خوف ہے کہ وہ اسلامی تہذیب اور تمدن کی آزاد نشو و نما میں روک ڈالیں گے۔

(۳) تیسری وجہ جو اکثریت کو اقلیت پر ظلم کرنے پر آمادہ کرتی ہے یہ ہو کہ اقلیت دائمی اقلیت ہو۔ اس صورت میں اکثریت یہ خیال کرتی ہے کہ چونکہ اس اقلیت کو ہم جذب نہیں کر سکتے آؤ ہم اسے مٹا دیں۔ یہ وجہ بھی اس وقت موجود ہے۔ اسلام ایک ایسا ممتاز مذہب ہے کہ جو سیاست، تمدن، اخلاق اور معاملات کے لئے جن پر اس نے روشنی ڈالی ہے سمجھوتہ نہیں کر سکتا اور نہ دوسرے کا رنگ قبول کر سکتا ہے پس ہندو یقین رکھتے ہیں کہ جب تک اسلام ہے اس وقت تک تمدن اور تہذیب میں مسلمانوں کا ہمارا دباؤ تسلیم کرنا ناممکن ہے پس لازماً یہ کوشش کریں گے اور اب بھی کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو یا ہندوستان سے نکال دیں یا اپنے ساتھ شامل کر لیں۔

(۴) چوتھی وجہ:- چوتھی چیز جو اکثریت کو اقلیت کا دشمن بنا دیتی ہے یہ ہے کہ اقلیت میں کوئی بڑھنے والی طاقت موجود ہو اور اکثریت کو یہ خطرہ ہو کہ کسی وقت وہ اقلیت میں تبدیل ہو جائیگی۔ اس وجہ سے وہ اقلیت کو ظالمانہ قوانین سے مٹانے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ یہ سبب بھی

یہاں موجود ہے۔ اسلام ایک زبردست
تبلیغی مذہب ہے وہ ابھی کمزوری کے ایام
میں بھی اپنی تعداد بڑھاتا رہا ہے۔ پچھلی
مردم شماریاں اس امر پر شاہد ہیں کہ اسلام
نہ صرف نسلاً بلکہ تبلیغی طور پر بھی بڑھ رہا
ہے پس یہ بات ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ
ہندو قوم اس حالت کو جاری نہیں رہنے
دے سکتی۔ اسے اگر اختیارات مل جائیں تو
وہ پورا زور لگائیگی کہ جس مقصد کو وہ
مذہبی تبلیغ سے حاصل نہ کر سکے وہ اسے
جابرانہ قانون سے حاصل کرے۔

(۵) پانچویں وجہ جس کے باعث اکثریت اقلیتوں
پر ظلم کیا کرتی ہے اقلیتوں کا غیر ملکی لوگوں سے
تعلق ہے۔ اکثریت چاہتی ہے کہ ملک کے
سب لوگ اسی کے ساتھ وابستہ رہیں اور
ملک سے باہر کی کسی قوم پر دوستانہ نگاہ نہ
ڈالیں لیکن اقلیت اپنے مخصوص حالات
کی وجہ سے ملک کے باہر کی بعض اقوام سے
بھی تعلق رکھنے پر مجبور ہوتی ہے اس حالت
میں اکثریت ہمیشہ اسے شبہ کی نگاہ سے
دیکھتی ہے اور ڈرتی ہے کہ کسی وقت
غیر ملکوں سے مل کر ہمیں نقصان نہ پہنچائیں۔
یہ سبب بھی ہندوستان میں موجود ہے۔
مسلمان اپنی مذہبی روایات کی بنا پر تمام
دنیا کے مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں،
اور اُن کے مصائب سے متأثر ہوتے ہیں۔
یہی حال باہر کے مسلمانوں کا ہے گو ایک
دوسرے کو مصیبت میں مدد نہ دیں لیکن
متأثر ضرور ہوتے ہیں اور انکی ہمدردی
کرتے ہیں۔

(۶) چھٹی وجہ جو اکثریت کو اقلیت کے دبائے
رکھنے پر مجبور کرتی ہے یہ ہے کہ اکثریت
اقلیت کی گری ہوئی اقتصادی حالت سے
فائدہ اٹھا رہی ہو اور خیال کرتی ہو کہ
اقلیت کی بیداری سے اُسے نقصان پہنچیگا
پس وہ ہمیشہ کوشش کرتی ہے کہ اقلیت
غافل ہی رہے۔ یہ وجہ بھی اس وقت پیدا
ہے جس طرح یورپ کی بہت سی دولت
ایشیا کی غفلت کی وجہ سے ہے اسی طرح
ہندوؤں کی بہت سی دولت مسلمانوں سے
براہِ راست یا بالواسطہ آتی ہے۔ الغرض
ہر ایک اقتصادی میدان میں مسلمان ہندوؤں
سے پیچھے ہیں اور ان کے پیچھے رہ جانے
کی وجہ سے ہندوؤں کو خاص نفع ہو رہا
ہے پس ہر مسلمان کو یہ بالکل جائز اندیشہ
ہے کہ ہندو برسرِ اقتدار ہو کر پورا زور
لگائیں گے کہ مسلمان اپنی غفلت سے
بیدار نہ ہوں ضروری ہے کہ پہلے سے ایسے
قواعد بنا لئے جائیں کہ ہندو اپنے مقصد میں
کامیاب نہ ہو سکے اور مسلمانوں کے لئے

کام کے دروازے کھلے رہیں"۔

دو قوموں کے نظریہ کی مخالفت

جب حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس رنگ میں دو قوموں کے نظریہ کو پیش کیا تو ماحول کچھ اس قسم کا تھا کہ مسلمان اسے اپنانے کو تیار نہ تھے۔ بلکہ الٹا اسے گویا انگریزوں کی پالیسی اور آواز سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس نظریہ کے مقابل پر یہ کہا گیا کہ قومیتیں مذہب سے نہیں بلکہ وطن سے بنتی ہیں۔ اور تو اور خود مسلمانوں کے مذہبی علماء یہاں تک آگے چلے گئے تھے کہ وہ مخلوط انتخاب کو امرھم شوریٰ بینھم کی تفسیر قرار دے رہے تھے۔ اور مولانا ابو الکلام آزاد جنہیں اس زمانہ میں امام الہند کا لقب دیا جا رہا تھا اپنے فلسفیانہ انداز میں یہ کہتے تھے کہ عالمگیر سچائیاں تمام مذاہب میں یکساں طور پر موجود ہیں اسلئے اسلام کو کسی دوسرے مذہب پر کوئی خاص فوقیت حاصل نہیں۔ صوبہ سرحد کے کانگرسی پٹھانوں کے لئے اہنسا کی تعلیم دینے کی سکیمیں تیار کر رہے تھے یہ لوگ انگریزوں کے خلاف متحدہ محاذ کے طلسم سے مسحور ہو کر ہندوؤں کے ساتھ ملنے کے بارے میں اتحاد کے فتوے شائع کرتے تھے۔ اور یوں یہ لوگ مسلمانوں کو خدائے طور سینا سے ہٹا کر گوسالہ پرستی کی دعوت دیتے تھے جس کے نتیجہ میں کئی پٹھان بھی تلک لگا کر دادھائیں جا بیٹھے۔ ان حالات نے ہندوؤں میں اتنی جرأت پیدا کر دی کہ وہ اپنے ذہن میں رام راج کے قیام کے منصوبے باندھنے لگے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس مقصد کے لئے وہ انگریز سے اندرونی طور پر gentleman agreement استوار کرتے رہے۔ ہندوؤں کے اس طرز عمل اور اتحاد والی پالیسی سے متأثر ہو کر انگریز بھی مسلمانوں کو بلا تأمل ہندوؤں کے ہاتھوں میں دے دینے پر تلے ہوئے تھے۔ چنانچہ جو مسلمان علماء اور کانگرسی لیڈر اغیار کی صفوں میں کھڑے ہو کر ملتِ اسلامیہ کی نمائندگی کا دعویٰ کر رہے تھے ان میں اتنی سمجھ بھی نہ تھی کہ بساطِ سیاست پر آئینی مُہرے کس طرح چلائے جاتے ہیں اس پر مستزاد یہ کہ خود قائدِ اعظم بھی اُس زمانہ میں اسی خیال کے تھے کہ جُداگانہ انتخاب سے ہندوستانی قوم بلند مقام پر نہیں پہنچ سکتی۔

حضرت امام جماعت احمدیہ کی عظیم جدوجہد

مگر حضرت امام جماعت احمدیہ نے ان حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے تقریروں، جلسوں اور مختلف پمفلٹوں کے ذریعے جُداگانہ انتخاب اور مسلمانوں میں باہم اتحاد کی طرف توجہ دلانے کیلئے اپنی کوششوں کو اور بھی تیز کر دیا۔ وہ یہی فرماتے رہے کہ "مسلمانو! اگر قومی ترقی چاہتے ہو تو مشترک امور میں ایک ہو جاؤ۔ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو کہ اختلاف مٹا نہیں کرتا اسلئے کہ یہ طبعی ہے۔ میری بات کو اچھی طرح سمجھ لو اور میرا یہ فیصلہ ہے کہ جو فرقہ اپنے آپ کو مُسلم کہتا ہے اور قرآن مجید کی شریعت کو منسوخ قرار نہیں دیتا اس سے اتحاد کر لو۔ قومی برکات اور انعام قومی اتحاد کی رُوح سے وابستہ ہے"۔

دوسری بات دو قوموں کے نظریہ کی وضاحت بیان کرتے ہوئے آپ نے یہ فرمائی کہ "میں یہ نہیں کہتا کہ

ہندوستان کی آزادی کے لئے کوشش نہ کرو جبکہ خود انگلستان نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ہندوستان کو نیابتی حکومت کا حق ہے۔ مگر جو چیز مجھ پہ گراں ہے اور میرے دل کو بٹھائے دیتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے حقوق کی حفاظت کئے بغیر آئندہ طریق حکومت پر راضی ہو جائیں۔ اس کے نتائج نہایت تلخ اور نہایت خطرناک نکلیں گے۔"

وقت گزرتا گیا اور بالآخر خود قائداعظم پر جو ہندو مسلم اتحاد کے سب سے بڑے علمبردار تھے یہ حقیقت آشکارا ہوئی کہ کانگرس متحدہ قومیت کا نعرہ لگا کر درحقیقت مسلمانوں کے حقوق غصب کرنا چاہتی ہے۔ چنانچہ ہندوؤں کی اس ذہنیت سے تنگ آکر اور ہندوستان کی آزادی کے لئے اپنی کوششوں اور مخلصانہ نیت کو رائیگاں دیکھ کر قائداعظم مایوس سے ہو گئے اور انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اس تنگ نظر ہندوانہ سیاسیات کے ماحول سے آزاد ہو کر آئندہ زندگی انگلستان کی آزاد فضا میں بسر کریں گے۔ لیکن قدرت کو اُن کی یہ کنارہ کشی منظور نہ تھی۔ کیونکہ انہوں نے دنیا والی اذان کو دہرانا تھا اور اس طرح اُن سے ایک عظیم الشان خدمت لینا مقصود تھی۔ چنانچہ اُن کو دوبارہ میدانِ سیاست میں لانے کے لئے مسجد احمدیہ لنڈن کے امام مولانا عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے کو اس کا ذریعہ بنایا گیا۔ انہوں نے قائداعظم سے لنڈن میں کئی ملاقاتیں کیں اور اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ کنارہ کشی کو چھوڑ کر ملکی سیاست میں حصہ لیں کیونکہ اس نازک دور میں سیاست کو چھوڑنا درحقیقت اپنی قوم سے بے اعتنائی کے مترادف ہے۔ درد صاحب کی اُن کوششوں کے نتیجے میں قائداعظم پھر میدانِ سیاست میں آنے پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ ۷ر اپریل ۱۹۳۳ء کو مولانا درد صاحب کے زیر اہتمام مسجد احمدیہ لنڈن میں ایک سیاسی جلسہ ہوا جس میں قائداعظم نے انگلستان آنے کے بعد پہلی بار خالص سیاسی موضوع یعنی India of the future "ہندوستان مستقبل میں" پر تقریر کی اور تقریر کے ابتداء میں انہوں نے کہا کہ امام مسجد نے مجھے دوبارہ اس سٹیج پر آنے کی ترغیب دی ہے۔ اور ان کی فصیح اور مدلل گفتگو نے میرے لئے کوئی راہِ فرار نہ چھوڑی۔ اور یہ کہ اُن کی پُر زور تحریک کی وجہ سے میں اس سیاسی سٹیج پر کھڑا ہونے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ قائداعظم کی یہ تقریر اپنے موضوع کی نوعیت کے علاوہ اس لئے بھی اہم تھی کہ یہ جماعت احمدیہ کی مسجد میں عیدالاضحی جیسے مقدس دن، ایک خالص مذہبی سٹیج پر مسٹر جناح جیسے سیاستدان کی طرف سے کی گئی تھی۔ اس سیاسی جلسہ کی روئداد مختلف اخباروں میں شائع ہوئی جن میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:-

۱۔ مدراس میل ۷ر اپریل۔
۲۔ ایوننگ سٹینڈرڈ ۷ر اپریل۔
۳۔ ہندو مدراس ۷ر اپریل۔
۴۔ مصری گزٹ اسکندریہ ۸ر اپریل۔
۵۔ سٹیٹسمین کلکتہ ۸ر اپریل۔
۶۔ ویسٹ افریقہ ۱۵ر اپریل۔
۷۔ سنڈے ٹائمز لنڈن ۹ر اپریل۔

سنڈے ٹائمز لنڈن نے اس تقریب کا ذکر یوں

کیا ہے:-

"There was also a large gathering in the grounds of the Mosque in the Melrose road, Wimbledon, where Mr. Jinnah the famous Indian muslim, spoke on India's future. Mr. Jinnah made unfavourable comment on the India White Paper from a national-point of view.

The Chairman, Sir Nairane Stewart Sandeman, M.P. took up the Churchill attitude on the subject and this led to heckling on the subject by some of the Muslim students present, who were, however, eventually calmed by the Imam of the mosque"

حضرت امام جماعت احمدیہ کی مساعی کا شاندار نتیجہ

اِس تقریب سے ظاہر ہے کہ قائدِ اعظم کے کانوں تک حضرت امام جماعت احمدیہ کی اذان امام مسجد لندن کے ذریعہ پہنچائی گئی۔ اگرچہ قائدِ اعظم کے کان اِس آواز اور اذان سے ہندوستان میں ہی آشنا ہو چکے تھے مگر مکرم درد صاحب نے تعلقات قائم کرکے اس مخصوص اذان کے معانی اور مطالب کو اِس حد تک قائدِ اعظم پر واضح کیا کہ وہ اس کے بعد اسے ساری عمر دُہراتے رہے۔ چونکہ رؤیا میں اذان کے الفاظ ہیں اسی لئے قائدِ اعظم کے سیاسی کیریر کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نیز امام مسجد لندن اور مسجد کے ساتھ متعلق کر دیا گیا جہاں پانچ وقت اعلائے کلمۃ اللہ ہوتا ہے اور لوگوں کو فلاح اور صلوٰۃ کی طرف بُلایا جاتا ہے۔ دراصل یہ امامت اور یہ مسجد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی مشن ہے جس کے ذریعے سے اذان (رؤیا میں) درخت پر بیٹھے ہوئے شخص یعنی قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے کانوں تک پہنچی اور جسے انہوں نے ساری عمر دُہرایا جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ رؤیا میں مامور کبھی اپنے آپ کو دیکھتا ہے مگر مراد اُس سے اُس کے خلفاء یا جماعت ہوتی

ہے اس واسطے بعض پیشگوئیاں خلفاء کے ہاتھ پر پوری ہوتی ہیں۔ الغرض امام مسجد لنڈن کے ذریعہ سے آں مرحوم کو دوبارہ میدانِ سیاست میں لایا گیا۔ اور جب ہندوستان میں آن کر قائدِ اعظم نے مسلمانوں کی سیاست کی باگ ڈور سنبھالی تو وہ اُس وقت اس یقین پر قائم ہو چکے تھے کہ جداگانہ انتخاب کے ذریعہ سے ہی مسلمانوں کی نجات ہے اور یہ کہ حضرت امام جماعت احمدیہ کا نقطۂ نظر ہی صحیح اور درست ہے۔ قائدِ اعظم کے آنے سے پہلے پنڈت نہرو اکثر یہ اعلان کیا کرتے تھے کہ ہندوستان میں صرف دو جماعتیں ہیں حکومت اور کانگرس۔ مگر قائدِ اعظم نے انگلستان سے آتے ہی کہا کہ ملک میں ایک تیسری طاقت بھی ہے اور وہ ہے مسلم لیگ۔ جب قائدِ اعظم نے مسلم لیگ کی تنظیم کا کام اپنے ہاتھوں میں لیا تو مخالفین نے اسے ایک طفلانہ حرکت سمجھا۔ ہندوؤں کو یقین تھا کہ مسلمان کبھی متحد نہیں ہو سکتے۔ مگر قائدِ اعظم نے اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے دو قوموں کے نظریہ کو دُہرایا اور خوب دُہرایا یہاں تک کہ آہستہ آہستہ آپ کی اس روش پر ملک کے گوشے گوشے سے اطمینان اور اعتماد کا اظہار ہونا شروع ہوا اور یوں مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوتے چلے گئے۔ چنانچہ ۱۹۳۴ء کے بعد آپ نے باقاعدہ ایک سیاسی مہم شروع کی اور مسلم لیگ کے ذریعہ مسلمانوں کے لئے ایک تعمیری پروگرام کو مکمل کرنے کے لئے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں عظیم الشان جلسے اور کانفرنسیں منعقد کیں جن میں لکھنؤ، کراچی، بمبئی اور لاہور کی کانفرنسیں بڑی سیاسی اہمیت رکھتی ہیں۔ یہاں ان کانفرنسوں میں دیئے گئے خطبوں، بیانات اور روئدادوں کے چند اقتباس بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ قائدِ اعظم نے اس اذان اور اس دو قومی نظریہ کو کس طرح اور کس رنگ میں دہرایا۔

وہ اجلاس جو لکھنؤ میں ۱۹۳۷ء میں منعقد ہوا اس میں قائدِ اعظم کے دیئے گئے خطبۂ صدارت کے چند اجزاء پیش خدمت ہیں۔ قائدِ اعظم فرماتے ہیں :-

(۱) مسلمانوں کی کانگرس سے علیحدگی کی تمام تر ذمہ داری کانگرس کے موجودہ سیاسی رہنماؤں پر ہے اور اُن کانگرسی صوبوں کے حکام پر ہے جو مسلمان اقلیت سے عدل و انصاف کا سلوک نہیں کرتے۔

(۲) ہندی کو قومی زبان اور بندے ماترم کو قومی ترانہ بنانے پر زور دیا جا رہا ہے اور کانگرسی پرچم کی اطاعت لازمی قرار دی جا رہی ہے۔

(۳) مسلمانوں کو جلد از جلد منظم ہو جانا چاہیئے تاکہ یہ قوم اختیارات حاصل کر کے حکومت سنبھالنے کے لائق ہو جائے۔

(۴) کانگرس مسلمانوں کا سیاسی وجود ختم کرنا چاہتی ہے اور لیگ مسلمانوں کے حقوق کی محافظ ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مسلمانوں کے مختلف طبقے متحد ہو جائیں اور قوم کی خدمت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر بجا لائیں۔

اکتوبر ۱۹۳۸ء میں کراچی کانفرنس میں قائدِ اعظم کے خطبہ صدارت کے چند اقتباس ملاحظہ ہوں :-

(۱) کانگرس چھ صوبوں میں برسرِ اقتدار ہے اور لیگی کارکنوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ رہی ہے۔

(۲) کسی مسلمان کو وزارت میں شامل نہیں کیا جاتا، جب تک وہ کانگرس کی شرائط پر دستخط نہ کرے
(۳) اُردو پریس پر سختیاں کی جارہی ہیں۔
(۴) ملازمتیں صرف ہندوؤں کے لئے وقف ہیں۔
(۵) پنجاب، بنگال اور آسام کی لیگی یا نیم لیگی وزارتوں کو شکست دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔

قراردادِ پاکستان

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں شاہی قلعہ کے نیچے ایک لاکھ انسانوں کے سامنے پیش کردہ قائد اعظم کی وہ مشہور قرارداد جو بعد میں قراردادِ پاکستان کے نام سے موسوم ہوئی کا متن ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) "آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس پوری شدت سے اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ وفاقی سکیم جس کی دستورِ ہند ۱۹۳۵ء میں تشریح کی گئی ہے مسلمانانِ ہند کے لئے کسی طرح بھی قابلِ قبول نہیں اور یہ کہ دستور پھر سے مرتب کیا جائے اور مسلمانوں کی تائید اور توثیق کے بغیر اُسے آخری منظوری نہ دی جائے۔
(۲) کوئی دستور مسلمانوں کے لئے قابلِ قبول نہ ہوگا جب تک اس میں مندرجہ ذیل بنیادی اصولوں کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو۔
جن صوبوں میں تعداد کے لحاظ سے مسلمانوں کی اکثریت ہے اُن صوبوں کی الگ حیثیت قائم رکھتے ہوئے انہیں ایک دوسرے سے متحد کر دیا جائے۔"

یہ وہ اہم قرارداد تھی جس نے ہندوؤں کی سیاست میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا تھا اس واسطے کہ اس قرارداد میں سب سے پہلے جداگانہ قومیت کے مسئلہ کی بناء پر پاکستان کے قیام کا مواد یکجا طور پر جمع کر دیا گیا تھا۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ شروع میں اس قرارداد کا کوئی نام نہ رکھا گیا۔ مگر ادھر ہندو اس قرارداد سے اس قدر برافروختہ ہوا اور اس قدر بوکھلا گیا کہ اس نے اس کو خود بخود پاکستان کی تجویز کہنا شروع کر دیا۔ قائد اعظم فرماتے ہیں:۔

"دراصل پاکستان کا لفظ ہندو اور انگریز صحافت دونوں کے میل سے پیدا ہوا اور پھر اُسے ہماری گود میں ڈال دیا گیا۔ ایک عرصہ تک ہماری قرارداد لاہور کو پاکستان ہی کے نام سے یاد کیا جاتا رہا لیکن اب ہم کب تک اس اصطلاح کو سنبھالتے رہیں۔ ہم نے تو اس تجویز کا نام پاکستان نہیں رکھا ہے مگر جب ہمارے ہندو دوست اسے تجویز پاکستان کہتے ہیں تو میں مسرت کے ساتھ یہ نام قبول کرتا ہوں اور اس تجویز کو تجویز پاکستان ہی کہوں گا۔"

اس بیان سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ دراصل

پاکستان کا لفظ کہیں بھی موجود نہ تھا۔ ویسے اگر برّ اسلامی ہند کے لئے ایک موزوں ترین نام کی جستجو ضرور تھی چنانچہ یہ جستجو اور ضرورت بھی بالآخر ہندوؤں کی ضد اور ہندو پریس کے طعنہ آمیز طریقِ استدلال کی بدولت حل ہو گئی۔ بہرکیف پاکستان کا وہ نعرہ جو لاہور سے بلند ہوا تھا دس کروڑ مسلمانانِ ہند کے قلوب میں اُتر گیا۔ بعض نے اس کو مجذوب کی بڑ کہا۔ لیکن ہندو بلبلا اُٹھا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ نعرہ اپنے اندر کافی جاذبیت اور کشش رکھتا ہے۔ وہ تاڑ گیا تھا کہ یہ محض نعرہ ہی نہیں بلکہ ایک بگولا ہے جو کسی وقت بھی ایک طوفان اور ایک سیاسی انقلاب میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ دراصل جُداگانہ قومیت کا مسئلہ ہی اس پورے سیاسی انقلاب کی وجہ بنا اور قومیت کا یہ تصور ہی جُداگانہ مملکت کے دعویٰ کی دلیل ثابت ہوا۔ اسی دلیل سے ہی قائدِ اعظم، گاندھی جی کے وطن، رنگ و نسل اور زبان وغیرہ کے اشتراک کے مسئلہ کے طلسم کو توڑنے میں کامیاب ہوتے اور اسی دلیل سے انگریزوں جیسی طاقت کا بھی مقابلہ کیا اور بالآخر ایک عظیم ترین سیاسی انقلاب کے بانی بنے یقیناً قلعہ لاہور نے بڑے بڑے تاریخی انقلاب دیکھے سیاہ شاہوں کا عروج و زوال، شہزادوں کی بغاوتیں، سلطنتوں کی تباہیاں اور حملہ آوروں کی خونریزیاں یہ سبھی کچھ قلعہ کی دیواروں کے نیچے ہوتا رہا لیکن ایسا انقلاب اِس قلعہ نے آج تک نہ دیکھا تھا کہ برِّ اعظم ہند کے دس کروڑ مسلمانوں کے غیر مسلح، امن پسند اور عافیت کیش نمائندے اس کی دیواروں کے سامنے جمع ہو کر یہ عہد باندھتے

ہیں کہ وہ اِس سرزمین میں اپنا ایک قومی گھر، ایک حصارِ عافیت بنا کر دم لیں گے اور بالآخر وہ اِس عہد میں کامیاب ہو کر رہے اور یوں اللہ تعالیٰ کا بول بالا ہوا۔

کرپس مشن ۱۹۴۲ء میں کرپس مشن آیا، یہ وہ وقت تھا جبکہ جاپان نے برما پر حملہ کر کے رنگون پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس موقع پر ہندوستانیوں کو ساتھ ملانے کے لئے برطانوی گورنمنٹ نے سر کرپس کو ایک مشن کا سربراہ بنا کر ہندوستان بھیجا۔ تاکہ وہ ہندو مسلم لیڈروں سے ملاقات کر کے اور حالات کا جائزہ لیکر آزادی کے لئے سفارشات تیار کرے۔ چنانچہ کرپس نے ہندوستان پہنچ کر ملک کی مختلف سیاسی پارٹیوں سے ملاقاتیں کیں اور آزادی کی مندرجہ ذیل شرائط پیش کیں:۔

(۱) جنگ ختم ہونے پر ہندوستان کو مکمل آزادی دی جائے گی۔

(۲) فی الحال اقوام اور مذاہب کی حفاظت حکومتِ برطانیہ کے ذمّہ ہو گی۔

(۳) اختتامِ جنگ کے بعد دستور ساز اسمبلی قائم کی جائے گی۔

(۴) تمام صوبے ایک یونین میں شریک ہوں گے۔

(۵) دستور ساز اسمبلی کا منظور شدہ آئین ہندوستان کا دستور قرار دیا جائے گا۔

(۶) ہر صوبے کو حق ہو گا کہ وہ یونین میں شرکت کے دس سال بعد اگر چاہے تو یونین سے تعلق توڑ لے۔ اسی طرح یونین سے الگ ہونیوالے

صوبے اپنی ایک الگ یونین بھی بنا سکتے ہیں۔

(۷) جنگ ختم ہونے تک گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ نافذ رہے گا۔

(۸) محکمہ دفاع وائسرائے کے ماتحت ہوگا۔

(۹) یہ تجاویز یا تو مکمل طور پر قبول کر لی جائیں یا پھر مسترد کردی جائیں لیکن ان میں کوئی ردّ و بدل نہیں ہو سکے گا۔

ان تجاویز پر کانگرس اور مسلم لیگ ہر دو جماعتوں نے غور کیا مگر چونکہ کانگرس کو شرط نمبر چھ میں پاکستان کی شکل نظر آئی اس لئے اس نے تمام شرائط کو نامنظور کر دیا۔ ادھر قائداعظم بھی پاکستان سے کم کسی تجویز پر رضامند ہونے والے نہ تھے اسلئے انہوں نے بھی ان تجاویز کو مسترد کر دیا اور یہ بیان دیا کہ ملک معظم کی حکومت کی طرف سے مسٹر کرپس آزادی کی جو تجاویز لیکر ہندوستان آئے ہیں ان میں پاکستان کو واضح طور پر چونکہ تسلیم نہیں کیا گیا اسلئے ہم ان تجاویز کو مسترد کرتے ہیں۔

گاندھی جناح گفت و شنید

۱۹۴۴ء میں مسلم لیگ اور کانگرس کے باہمی اختلافات کو کم کرنے اور ایک دوسرے کے موقف کو سمجھنے سمجھانے کے لئے گاندھی جی اور قائداعظم کے درمیان بالمشافہ گفتگو کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔ اس گفتگو میں زیادہ تر دو نکات ہی زیر بحث تھے:۔

(۱) دو قوموں کا نظریہ

(۲) مسلم اکثریت کے تمام علاقوں میں استصواب۔

اس گفتگو میں قائداعظم مطالبۂ پاکستان کے حق میں بطور دلیل کے دو قوموں کے نظریہ کو ہی پیش کرتے رہے اور یہ دہراتے رہے کہ "مسلمان تہذیب و تمدن، رسم و رواج، اخلاق، زبان اور تاریخی روایات کے لحاظ سے ہندوؤں سے مختلف ہیں۔ نظریۂ زندگی میں یہ بنیادی اختلافات رکھتے ہوئے ہندو اور مسلم کس طرح ایک قوم ہو سکتے ہیں۔" دوسری طرف گاندھی جی اس بات پر اصرار کرتے رہے کہ "ہندو اور مسلمان ہندوستانی ہونے کی حیثیت میں ایک قوم ہیں اور مذہب اور تہذیب و تمدن کا تفاوت رکھتے ہوئے بھی دونوں قومیں ہر حال میں ہندوستانی ہیں۔" یہ گفتگو کئی دن تک جاری رہی اور کوئی مصالحت نہ ہو سکی۔

لارڈ ویول کا مسوّدہ تجاویز اور شملہ کانفرنس

جب لارڈ ویول ہندوستان کے وائسرائے مقرر ہو کر آئے تو انہوں نے آتے ہی مختلف سیاسی جماعتوں سے سلسلہ گفتگو شروع کر دیا۔ چنانچہ مختلف سیاسی جماعتوں کا عندیہ لیکر آپ بغرض مشورہ لنڈن تشریف لے گئے جہاں سے ۴ ارجون ۱۹۴۵ء کو آزادی کی چند تجاویز لیکر واپس آئے۔ اور ان تجاویز کو متعارف کرانے کے لئے آپ نے ۲۴ رجون ۱۹۴۵ء کو شملہ میں ایک سیاسی کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا۔ وہ تجاویز یہ تھیں:۔

(۱) اگزیکٹو کونسل جس کا وجود زیر تجویز ہے ہندوؤں اور مسلمانوں کی مساوی تعداد پر مشتمل ہوگی۔

(۲) وائسرائے اور کمانڈر انچیف کے سوا مجلس عاملہ

کے تمام اراکین ہندوستانی ہوں گے۔

(۳) جہاں تک ہندوستان کے مسائل کا تعلق ہے وزارتِ خارجہ کسی ہندوستانی کے سپرد ہوگی۔

(۴) ہندوستان میں ایک برطانوی ہائی کمشنر مقرر کیا جائے گا جو برطانیہ کے تجارتی اور دوسرے مفادات کی نگرانی کرے گا۔

(۵) نئی اگزیکٹو کے ارکان ہندوستان کے سیاسی لیڈروں کے مشورے سے منتخب کئے جائیں گے یہ اگزیکٹو موجودہ قانون کے اندر کام کرے گی۔

(۶) اس عارضی حکومت کی تشکیل آخری دستوری سمجھوتے پر اثر انداز نہیں ہوگی۔

(۷) اس اگزیکٹو کے فرائض حسب ذیل ہوں گے:

(ا) جاپان کے خلاف جنگ جاری رکھی جائیگی یہاں تک کہ اُسے شکست ہو جائے۔

(ب) حکومت بعد جنگ کی ترقیاتی سکیموں کے مطابق اپنا لائحہ عمل وضع کریگی۔

(ج) ارکانِ حکومت جس وقت ممکن ہو ایسے مسائل پر غور کریں گے جن سے لیگ اور کانگرس میں مستقل سمجھوتہ کی کوئی صورت پیدا ہو سکے۔

اس مجوزہ بالا شملہ کانفرنس میں قائدِ اعظم نے جو وہاں مدعو تھے نہایت کھلے کھلے الفاظ میں لارڈ ویول اور کانگرس کے سربراہوں پر واضح کیا کہ مسلم لیگ چونکہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اسلئے کوئی غیر لیگی مسلمان مجوزہ اگزیکٹو کونسل کا رُکن منتخب نہ کیا جائے صرف لیگ ہی کونسل کے لئے مسلم ارکان منتخب کرے گی لیکن کانگرس نے قائدِ اعظم کے اِس مطالبے کو منظور نہ کیا اور پانچ ممبروں میں سے دو غیر لیگی مسلمانوں کے نام پیش کر دیئے۔ اس کے علاوہ خضر حیات نے بھی جو اس وقت پنجاب کے وزیر اعظم تھے، یونینسٹ پارٹی کی طرف سے ایک اور غیر لیگی مسلم رکن کا نام دے دیا جس کی وجہ سے لیگ اور کانگرس میں سمجھوتے کی کوئی اُمید باقی نہ رہی اور ویول کانفرنس بالآخر ناکام ہوئی۔ جس کی ناکامی کا اعلان لارڈ ویول نے اِن الفاظ میں کیا:۔

"مجھے افسوس ہے کہ کانفرنس کامیاب نہ ہو سکی۔ چونکہ یہ کانفرنس میں نے ہی بُلائی تھی اسلئے اس کی ناکامی کی ذمہ داری بھی مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ چونکہ اس کانفرنس میں مختلف سیاسی پارٹیوں کے درمیان کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکا اسلئے کانفرنس کو ختم کیا جاتا ہے۔"

لارڈ ویول کے اِس بیان کے باوجود کانگرسی لیڈروں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے شملہ کانفرنس کی ناکامی کی ساری ذمہ داری قائدِ اعظم پر ڈال دی جسکے جواب میں آپنے یہ بیان دیا:۔

"کانفرنس کی ناکامی کے متعلق جو باتیں اِس مجلس میں کہی گئی ہیں انکا جواب دینا میں ضروری نہیں سمجھتا کیونکہ کانفرنس میں لیگ اور کانگرس کے نظریئے مختلف رہے ہیں۔ لیگ اگزیکٹو کونسل میں شریک ہو جاتی بشرطیکہ لاہور ریزولیوشن کے

مطابق مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کو
تسلیم کر لیا جاتا۔"

اس بیان میں بھی کانگرس کی تمام چالوں اور سیاسی ہتھکنڈوں کا جواب آپ نے صرف ایک ہی وار سے دیا۔ یعنی یہ کہ پہلے جداگانہ قومیت کے نظریے کو تسلیم کرو پھر کوئی گفتگو آگے چلائی جا سکتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر کانگرس جداگانہ قومیت کے نظریہ کو مان لیتی تو پھر اس کا مسلمانوں کی نمائندگی کا دعویٰ ہی باطل ٹھہرتا تھا اسی لئے وہ اس نظریے کو کسی صورت میں بھی ماننے کو تیار نہیں تھی۔

۷؍اپریل ۱۹۴۶ء کو دہلی میں آل انڈیا مسلم کنونشن کے موقع پر قائد اعظم نے خطبۂ صدارت دیتے ہوئے فرمایا:۔

"میں ہندو اور مسلمانوں کے مابین
بنیادی اور اساسی اختلافات کو
مکمل تفصیلات کے ساتھ بیان کر چکا
ہوں۔ ان دو بڑی قوموں کے درمیان
پچھلی تمام صدیوں میں کسی وقت بھی معاشرتی
مجلسی یا سیاسی اتحاد نہیں ہوا ہے۔
ہندوستانی وحدت کا جو راگ الاپا
جاتا ہے وہ محض مادی ہے۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

"کانگرس کا دعویٰ متحدہ قومیت
کی بنیاد پر قائم ہے۔ متحدہ قومیت تو
عالم وجود میں ہی نہیں ہے۔ اور جو
لوگ خوابوں کی دنیا میں رہتے ہیں ان
کے ذہن میں یہ موجود ہے۔ ہمارا فارمولا
اس اساس پر قائم ہے کہ اس ملک
کو دو علیحدہ، با اقتدار اور آزاد
مملکتوں یعنی ہندوستان اور پاکستان
میں تقسیم کر دیا جائے۔"

لارڈ ویول کی پیش کردہ تجاویز میں مذکورہ دستور ساز اسمبلی کے متعلق اظہار رائے کرتے ہوئے قائد اعظم نے فرمایا:۔

"اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ صرف
ایک دستور ساز اسمبلی کے نظریہ کیلئے
کوئی جگہ نہیں ہے اور ہم اس کو منظور
نہ کریں گے کیونکہ ایک دستور ساز اسمبلی
کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم
ایک متحدہ ہندوستان کی بنیاد پر
جو کہ ناممکن ہے کارروائی کرنے پر رضامند
ہونگے۔ دیگر متعدد اعتراضات کے
علاوہ ایک یہ بھی اعتراض ہے جو کہ
بالکل واضح ہے کہ ایک آئین ساز جماعت
صرف کانگرس کے حکم کی پابند ہوگی۔ اور
یہ نتیجہ پہلے ہی سے ہمارے سامنے ہے کہ
مسلمان اس میں بے یار و مددگار اقلیت
کی حیثیت میں ہوں گے۔"

اسی مسلم کنونشن منعقدہ دہلی میں اپنی اختتامی تقریر میں قائد اعظم مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اگر اکھنڈ ہندوستان قائم ہو گیا

اقلیتِ ہندو اس آئین کو تبدیل کرنا چاہیں تو
اس وقت آپ کیا کریں گے؟ ان کو پھر کون
روک سکیگا؟ اگر پانچ یا دس سال کے بعد
وہ کہیں کہ ہم جداگانہ طریقِ انتخاب کو
ختم کرتے ہیں تو پھر ان کے ہاتھ کون پکڑیگا؟
وہ روز افزوں طاقتور ہوتے جائینگے
اور آپ اکھنڈ ہندوستان میں کمزور ہوتے
جائیں گے اور تمام تحفظات یکے بعد
دیگرے نیست و نابود کر دیئے جائیں گے۔"

پھر فرماتے ہیں:-

"کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں
کہ جب آپ اپنے اکثریت کے صوبوں میں
اپنی وزارتیں تک نہیں بنا سکتے تو پاکستان
کا خواہ مخواہ کیوں چرچا کیا جاتا ہے؟
میں ان لوگوں سے کہتا ہوں کہ یہی تو
اصل وجہ ہے جس کی بناء پر ہم ۱۹۳۵ء
کے موجودہ آئین سے نجات حاصل کرنا
چاہتے ہیں اور اسی لئے تو ہم پاکستان
قائم کرنا چاہتے ہیں۔"

دیکھا آپ نے اِن تمام بیانات میں قائدِاعظم نے اُسی دو قومی نظریہ کو کس طرح دُہرایا ہے جسے حضرت امام جماعت احمدیہ نے ۱۹۲۷ء میں پیش کیا تھا اور جس کو بعد میں امام مسجد لنڈن کے ذریعے قائدِاعظم تک پہنچایا اور اُن سے منوایا گیا۔ اور جس نظریہ کو آپ نے بعد میں حرزِ جاں بنا لیا۔ یہ وہی قائدِاعظم ہیں جو اوّل اوّل کانگرس کی سلکِ ارادت میں منسلک رہنا اپنے لئے باعثِ فخر خیال کرتے تھے مگر آخر اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مقدر ذرائع سے مسلمانوں کی بہتری کے لئے اِدھر کھینچ لایا۔

یہاں تقریبِ ذہنی کے طور پر اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اذان میں سب سے پہلے اللہ اکبر، اللہ اکبر کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اعلان کیا جاتا ہے اور پھر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کے ذریعے تمام بتوں، بتکدوں اور بتوں کے پجاریوں سے علیحدگی اور برأت کا اظہار ہوتا ہے اور پھر حیّ علی الصلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح کے الفاظ سے مسلمانوں کو اپنی مخصوص طرز کی عبادت کے لئے اور بالآخر فلاح کی طرف بلایا جاتا ہے۔ یہاں پر بھی دو قومی نظریہ کے ذریعہ سے، اپنے مخصوص معانی اور حالات کے مطابق، اذان میں بیان شدہ مقاصد ہی حاصل ہو رہے تھے۔ یعنی مسلمان قوم کا بحیثیت ایک موحّد قوم ہونے کے مشرک ہندوؤں سے ایک جداگانہ قومیت کا دعویٰ اور پھر اسی دلیل کو دعویٰ بنا کر اپنے لئے ایک علیحدہ مملکت اور قومی گھر قائم کرنے کا مطالبہ جس میں وہ قرآنی کلچر کے مطابق زندگی بسر کر سکیں اور اپنے مذہب کے مطابق اپنی مخصوص عبادت یعنی الصلوٰۃ وغیرہ آزادانہ طریق پر ادا کر سکیں۔ اور پھر اجتماعی صورت میں روحانی، علمی، اقتصادی، عسکری اور قومی فلاح پا سکیں۔ اور یوں اللہ کے ماننے والوں کے قائم ہونے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت قائم ہو سکے اور اس کا بول بالا ہو۔ دنیا میں چونکہ ساری اذان کہی گئی ہے جیسے درخت پر بیٹھے ہوئے شخص نے دُہرایا اس لئے ابھی

آگے چلیں کیونکہ ابھی اذان مکمل نہیں ہوئی یعنی ابھی پاکستان نہیں بنا۔

دوسری شملہ کانفرنس اور برطانوی وفد کا فیصلہ

جب انگلستان میں لیبر حکومت برسرِ اقتدار آئی تو اس نے بھی ہندوستان کی سیاسی گتھی کو سلجھانے کیلئے ایک وفد بھیجا جس نے یہاں آکر کئی ہندوستانی لیڈروں سے گفت و شنید کی۔ چونکہ ان دنوں شدت کی گرمی تھی اس لئے شملہ ہی ان ملاقاتوں کا مرکز طے پایا۔ اس کانفرنس میں بھی مسلم لیگ، کانگرس اور سکھوں کے نمائندگان شامل ہوئے مگر وہ کسی ایک مصالحتی فارمولے پر متفق نہ ہو سکے چونکہ برطانوی حکومت ہندوستان کو اصلاحات دینے پر تُلی ہوئی تھی وفد نے ۱۲ رمئی ۱۹۴۶ء کو خود بخود ہی اپنا فیصلہ صادر کر دیا۔ جس میں کچھ متحدہ اور کچھ غیر متحدہ ہندوستان کے اصول پر تجاویز پیش کی گئیں جو یہ تھیں:۔

(۱) تمام ہندوستان کی ایک یونین قائم کی جائے جو برطانوی ہند اور ریاستوں کے نمائندوں پر مشتمل ہو۔ اس مرکزی یونین کے پاس دفاع اور رسل و رسائل کے محکمے ہوں گے۔ ان محکموں کے اخراجات کے لئے یونین ہر قسم کے وسائل استعمال کر سکے گی۔

(۲) یونین میں ایک مجلسِ عمل اور ایک قانون ساز اسمبلی ہوگی۔ اس اسمبلی میں کسی اہم فرقہ وارانہ ریزولیوشن کی منظوری کے لئے ضروری ہوگا کہ نہ صرف یہ کہ تمام حاضر ممبران کی اکثریت اس کی منظوری کے لئے رائے دے بلکہ دونوں بڑے فرقوں یعنی ہندو مسلم کی اکثریت بھی اس مطالبے کے حق میں ہو۔

(۳) مرکزی یونین کے محکموں کے علاوہ باقی محکمے اور ان کے اختیارات صوبائی حکومتوں کو حاصل ہونگے۔

(۴) ریاستوں کو تمام اختیارات حاصل رہینگے سوائے اُن اختیارات کے جو کوئی ریاست اپنی مرضی سے یونین کے انتظام میں دیدے۔

(۵) صوبوں کو اپنے گروپ بنانے کی آزادی ہوگی ہر گروپ کی علیحدہ اگزیکٹو اور مجلس قانون ساز ہوگی۔ ہر گروپ کو یہ فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہوگا کہ وہ کون سے محکموں کا انتظام مشترکہ رکھے اور کون کون سے شعبوں کو علیحدہ علیحدہ رکھا جائے۔

(۶) یونین اور گروپوں کے قوانین میں ایک ایسی دفعہ بھی ضرور شامل کی جائے جس کی رُو سے ہر صوبہ اپنی اسمبلی کی کثرت رائے سے دس سال کے عارضی عرصہ کے بعد قانون کی شرائط میں تبدیلی کا مطالبہ کر سکے۔

مجلس قانون ساز:۔

(۱) مجلس قانون ساز کی تشکیل سب سے پہلے ہونی چاہیئے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا کام انتخابات کا ہے لیکن اس کام کے لئے بہت وقت درکار ہوگا اسلئے قانون ساز اسمبلی بنانے کے لئے موجودہ

کانگرس اپنے مطلب کے چند زر خرید مسلمانوں کو عبوری حکومت میں شامل کر کے انہیں مسلمانوں کا نمائندہ قرار دے دے گی اور یوں اس کے متحدہ قومیت کے محاذ کو عملی طور پر تقویت پہنچے گی۔ (حضرت امام جماعت احمدیہ کی اس کوشش کی تفصیل بعد میں آئے گی) چنانچہ قائد اعظم نے اپنے پانچ لیگی لیڈروں کے نام لارڈ ویول کے پاس بھیج دیئے مگر اس مرحلہ پر کانگرس نے اپنے ایک نیشنلسٹ ممبر مسٹر آصف علی کو پھر بھی نامزد کر ہی دیا اور اس طور پر متحدہ ہندوستان کی واحد نمائندہ جماعت بننے پر اصرار کو نہ چھوڑا۔

یہ یاد رہے کہ اس عبوری حکومت کے سربراہ یعنی وزیر اعظم پنڈت نہرو ہی تھے۔ جن کے اقتدار سنبھالتے ہی ہندوستان کے طول و عرض میں فرقہ وارانہ فسادات شروع کرا دیئے گئے جن میں بمبئی، کانپور، بہار، کلکتہ، بمبئی آباد، قلابہ، گڑھ مکتیشر کے فسادات اپنے مظالم کی وجہ سے بہت مشہور ہیں۔ صرف بہار میں ہی تقریباً دس ہزار مسلمانوں کو تین دن کے اندر اندر قتل کر دیا گیا اور وہاں مسلمان عورتوں، بچوں پر وہ وہ ظلم ڈھائے گئے کہ جن کو قلم لکھ نہیں سکتی۔ اس موقعہ پر تاریخ اور واقعات کی تکذیب عظیم ہوگی۔ اگر میں یہاں یہ حقیقت عیاں نہ کروں کہ ۱۹۳۷ء سے لے کر ان فسادات کے وقوع کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک لہر سی دوڑ گئی اور اس طرح سارے مسلمان چھوٹے اور بڑے امیر و غریب، مرد اور عورتیں یہاں تک کہ بچوں نے بھی مسلم لیگ کا ساتھ دینا شروع کر دیا تھا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی غیبی طاقت نے اُن کو گہری نیند سے جگا دیا ہو ورنہ ان فسادات سے تو پہلے قائد اعظم عملاً بالکل اکیلے اور تن تنہا گاندھی جی اور برطانوی حکومت سے ٹکر لیتے رہے۔ اس وقت گاندھی جی کی یہ شان تھی کہ ان کے ایک اشارے پر تیس کروڑ ہندو انگریزوں جیسی طاقت کے مقابلہ پر آمادہ بغاوت ہو جایا کرتے تھے مگر دوسری طرف قائد اعظم اگرچہ مسلم لیگ کے صدر تھے لیکن اس مسلم لیگ کی حالت خود ان کے الفاظ میں اس سے زیادہ نہ تھی کہ "مسلم لیگ نام ہے تمہارے صدر اور اس کے ایک اٹیچی کیس کا"

یوں بھی ضرور ہونا تھا اس واسطے کہ رؤیا میں صرف ایک ہی شخص دکھایا گیا ہے جس نے اذان کو دہرایا اور پھر درخت سے اُتر کر اس نے کہا کہ سید محمد علی شاہ آگئے۔ اس رؤیا میں "اس کی" ضمیر اسی درخت پر بیٹھے ہوئے شخص کی طرف راجع ہے۔ قائد اعظم نے اپنی اس انفرادیت کی طرف ایک دفعہ ۶ نومبر ۱۹۴۲ء کو مسلم ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام عید پارٹی کے موقع پر بھی اشارہ کیا تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"مسلمانوں نے ایک ایسا آدمی ڈھونڈ لیا ہے جو اُن کی کمزوریوں اور خوبیوں دونوں سے واقف ہے لہٰذا اس کا ہاتھ بٹاؤ اور اس کی مدد کرو۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

"اس تیاری اور حصول طاقت کی مہم

اسمبلیوں ہی سے بعض ارکان منتخب کر لئے جائیں لیکن موجودہ اسمبلیاں آبادی کی صحیح نمائندہ نہیں رہیں اسلئے بہتر ہے کہ آبادی کے تناسب سے نشستیں مقرر کر دی جائیں مثلاً دس لاکھ کی آبادی کے لئے ایک نشست ہو۔

(ب) صوبائی نشستوں کی تقسیم وہاں کے بڑے بڑے فرقوں کے تناسب سے کر دی جائے۔

(ج) صوبائی اسمبلیوں میں ہر فرقے کے نمائندے اپنے اپنے فرقوں ہی سے چُنے جائیں۔ اس تجویز کے مطابق تین بڑے فرقوں کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔ (۱) جنرل (۲) مسلم (۳) سکھ۔

(۱) ہم یہ تجویز کرتے ہیں کہ ہر صوبہ سے نمائندوں کی صحیح تعداد حاصل کرنے کے لئے جنرل، مسلم، سکھ کی تعداد کا تعین حسب ذیل نقشے کے مطابق ہونا چاہیئے۔

سیکشن اے

صوبہ	جنرل	مسلم	تعداد
مدراس	۴۵	۴	۴۹
بمبئی	۱۹	۲	۲۱
یوپی	۴۷	۸	۵۵
سی پی	۱۶	۱	۱۷
بہار	۳۱	۵	۳۶
اڑیسہ	۹	×	۹

سیکشن بی

صوبہ	جنرل	مسلم	سکھ	تعداد
پنجاب	۸	۱۶	۴	۲۸
سرحد	×	۳	۰	۳
سندھ	۱	۳	۰	۴

سیکشن سی

صوبہ	جنرل	مسلم	تعداد
بنگال	۲۷	۳۳	۶۰
آسام	۷	۳	۱۰

اس کے علاوہ چیف کمشنر کے صوبوں مثلاً دہلی، اجمیر، مارواڑ اور برطانوی بلوچستان سے ایک ایک نمائندہ لیا جائے گا۔ اسی طرح برطانوی ہند کی کل نشستیں ۲۹۲ بنتی ہیں اور ریاستوں کی نمائندگی زیادہ سے زیادہ ۹۳ تک ہوگی۔

(۲) ایک میٹنگ منعقد کی جائے گی جس میں ایک صدر اور دوسرے عہدہ دار چُنے جائیں گے۔ اس کے بعد قبائل، اقلیتوں اور شہری حقوق کی ایک کمیٹی بنائی جائے گی اور سیکشن وار تمام نمائندے تین حصوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

(۳) ہر سیکشن صوبائی دستور کا فیصلہ کریگا اور صوبائی حکموں کا کام سنبھالنے کا ذمہ دار ہوگا۔ اسکے علاوہ صوبوں کو اپنی مرضی کے مطابق سیکشن تبدیل کرنے کا بھی اختیار ہوگا۔

(۴) یونین کی دستور ساز اسمبلی کی شرائط میں ترمیم یا

کسی بڑے فرقہ وارانہ مسئلہ کے حل کیلئے زیادہ سے زیادہ نمائندوں کی حاضری ضروری ہوگی۔ اور یہ مسئلہ دونوں بڑے فرقوں کی رائے سے طے کیا جائے گا۔

(۵) جس وقت نئے انتظامات عمل میں آئیں گے اس وقت ہر صوبہ کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنے سیکشن کی تبدیلی کا فیصلہ اپنے صوبے کی مجلس قانون ساز کے اجلاس میں کرے۔

جب ان مندرجہ بالا تجاویز کو برطانوی وفد کیبنٹ سے پیش کیا گیا تو کانگرسی لیڈر ان تجاویز کے حق میں تھے مگر وہ قائداعظم کے فیصلے کا شدت سے انتظار کرنے لگے۔ آخر قائداعظم نے تقریباً ایک ماہ کے غور وخوض کے بعد مسودہ تجاویز کو منظور کرتے ہوئے یہ بیان دیا کہ "وفد نے بلاشبہ تجاویز میں پاکستان کا ذکر نہیں کیا لیکن اس کی روح کو تسلیم کر لیا ہے"۔ چنانچہ جونہی قائداعظم کی طرف سے یہ بیان صادر ہوا تو وہی کانگرس نے، جو برطانوی وفد کی تجاویز پر خوش ہو رہی تھی، مسودہ تجاویز کو مسترد کر دیا۔ شاید اسے ان تجاویز میں قائداعظم کے بیان کے بعد پاکستان ابھرتا ہوا نظر آیا۔ دراصل ہندو اس وقت تاڑ گیا تھا کہ دو قوموں کے نظریہ پر پاکستان کا نعرہ اب محض نعرہ ہی نہیں رہا بلکہ اب یہ حقیقت بنتا چلا جا رہا ہے۔ اسی وجہ سے وہ ہر پہلو سے محتاط در محتاط ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی لئے اس نے ان تجاویز کو مسترد کر دیا جن کو وہ پہلے منظور اور پسند کر چکا تھا۔

عبوری حکومت اور قیام پاکستان

حکومت برطانیہ چونکہ ہندوستان کو آزادی کی اصلاحات دینے پر تُلی ہوئی تھی۔ اسلئے ستمبر ۱۹۴۶ء میں ہی عبوری حکومت کی تشکیل کے متعلق ہدایات جاری ہوگئیں۔ کانگرس نے اپنے فیصلے کے مطابق عبوری حکومت میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ جب قائداعظم نے یہ صورت حال دیکھی تو آپ نے بمبئی میں آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کیا جس میں یہ فیصلہ ہوا کہ مسلم لیگ بھی عبوری حکومت کا بائیکاٹ کرے۔ مسلم لیگ کا انکار کرنا ہی تھا کہ ادھر پنڈت نہرو نے موقع کو غنیمت جان کر وائسرائے کے دعوت نامے کو منظور کر لیا اور اس طرح ایک طرح سے کانگرس چور دروازہ سے حکومت میں شامل ہوگئی اور اس سے دراصل اسے یہ ثابت کرنا تھا کہ کانگرس ہی تمام ہندوستان کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ چنانچہ ان خیالات کی بناء پر اس نے تمام اسامیوں کو پُر کر لینے کے بعد مسلم لیگ کے حصہ رسدی پانچ عہدوں میں سے بھی دو پر کانگرسی مسلمانوں کو متعین کر دیا۔ یہ مسلمانوں کے لئے نہایت نازک موقع تھا اور ذرا سی لغزش مسلمانوں کی تباہی کا موجب بن سکتی تھی۔ چنانچہ اس موقع پر حضرت امام جماعت احمدیہ دہلی جا کر قائداعظم سے ملے اور انہیں دوران ملاقات میں یہ مشورہ دیا کہ مسلم لیگ کا عبوری حکومت سے علیحدہ رہنا سخت مضر ہے اور یہ کہ اسطرح

میں سماج کے ہر طبقہ کو حصہ لینا چاہیئے
بہار میں دہشت ناک واقعات ہو رہے
ہیں۔ میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا
اس لئے کہ صورتِ حال بہت نازک ہے"
قائدِ اعظم کے ان الفاظ میں "ایک آدمی" کا جو ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد وہ خود ہی ہیں۔ پھر فرماتے ہیں:۔
"میں مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں
کہ اگر خدا نے میری مدد کی تو انشاء اللہ
میں ان کو اُن کی منزل کے قریب لے جاؤنگا"
بہر کیف بہار، گڑھ مکتیشر اور کلکتہ کے دردناک واقعات کے بعد تمام مسلمانوں نے یہ محسوس کر لیا اور سمجھ لیا کہ اگر ہم اب بھی اکٹھے نہ ہوئے اور قائدِ اعظم کی بتائی ہوئی راہ پر نہ چلے اور اُن کے دو قوموں کے نظریہ کو تقویت نہ دی تو ہم مٹ جائیں گے۔ آخرکار ہندوستان کے طول و عرض میں مسلمانوں نے یک جان ہو کر قائدِ اعظم کی سرکردگی میں حصولِ پاکستان کیلئے ڈائرکٹ ایکشن میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ اور ان مظاہروں میں مسلمان مردوں، عورتوں یہاں تک کہ بچوں نے بھی بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا اور اس طرح ہندوستان کا ہر گاؤں، ہر قصبہ، ہر شہر اور شہر کی ہر گلی بلکہ ہر وادی اور ہر میدان اللہ اکبر اور پاکستان زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا۔ اور اس وقت مظاہرین کے جوش و خروش سے سارے ہندوستان میں ایک حشر بپا ہو گیا تھا۔ تا آنکہ برطانوی حکومت سنجیدگی سے مسلمانوں کے مطالبات پر غور کرنے لگی۔

دیکھا آپ نے پاکستان کے حصول کو قدرت نے تکبیروں اور اللہ اکبر کے نعروں سے کتنا وابستہ کیا ہوا تھا۔ آخرکار لمبے چوڑے ردّ و کد اور بحث و تمحیص کے بعد ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کی تقسیم کو بروئے کار لایا گیا اور یوں پاکستان ایک جداگانہ مملکت کی شکل میں ہمارے سامنے آیا۔ اور اس طرح ہم ایک طرح اپنی فلاح کو پہنچ گئے۔ دراصل پاکستان کا مطالبہ صرف اسی بناء پر تھا کہ مسلمان اور ہندو دو الگ الگ قومیں ہیں جیسا کہ قائدِ اعظم نے پاکستان کے قائم ہونے کے بعد رائٹر کے نمائندہ سے ۲۳ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا:۔
"دو قوموں کا تصوّر درحقیقت
ایک نظریہ نہیں بلکہ ایک واضح حقیقت
ہے۔ ہندوستان کی تقسیم اسی حقیقت
کی بناء پر ہوئی"
بہر کیف دُنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ آئیڈیالوجی کی بناء پر بھی قومیت کی تشکیل اسی طرح ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ اس حقیقت کو مدِ نظر رکھ کر آپ ایک دفعہ پھر رؤیا کے الفاظ کو پڑھیں: "دیکھا کہ زور سے اللہ اکبر، اللہ اکبر (پوری اذان) کہہ رہا ہوں۔ ایک اونچے درخت پر ایک آدمی بیٹھا تھا وہ بھی یہی کلمات بول رہا ہے۔ اس کے بعد میں نے بآوازِ بلند درود شریف پڑھنا شروع کیا اور اس کے بعد وہ آدمی نیچے اُتر آیا اور اس نے کہا کہ سید محمد علی شاہ آ گئے ہیں۔ اس کے بعد دیکھتا ہوں کہ بڑے زور سے زلزلہ آیا ہے اور زمین

س طرح اُمڈ رہی ہے جیسے رُوئی دُھنی جا رہی ہے۔
س کے بعد یہ وحی نازل ہوئی۔ ہے سرِ راہ پر تمہارے
ہ جو ہے مولا کریم"۔

اس کے بعد فلک پیما کے اسی مضمون کو پڑھیں
س کا اِس مضمون کے شروع میں حوالہ دیا گیا ہے اِس
ے پڑھنے کے بعد آپ لامحالہ اِس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ
ی اذان ہے جو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام
خلیفہ اور مثیل کے ذریعہ سے قائدِ اعظم کو پہنچائی اور
سُنائی گئی تھی۔ جسے بعد میں قائدِ اعظم نے ساری عمر
زایا اور اپنایا اور آخر میں جس کے طفیل وہ ایک
ت بڑی سلطنت کے بانی اور سید بنے۔ جناب
ب پیما اپنے مضمون بعنوان "کراچی" (شائع شدہ
یول ستمبر ۱۹۴۹ء) میں لکھتے ہیں:۔

"جو کچھ اب تک کراچی کے متعلق
کہا گیا ہے وہ پس منظر ہے کراچی کی
بہت بڑی کرامت کا۔ ہر مسلمان بچہ
پیدا ہوتے ہی اذان سُنتا ہے۔ محمد علی
جناح نے وہ اذان کراچی میں سُنی۔
برسوں اِس پیدائشی خزانے کا راز لوگوں
پر نہ کھلا۔ جوانی میں یہ بچہ انگریزی لباس
اور بود و باش کے ساتھ کانگرس کا
دلدادہ رہا۔ مگر نہ کانگرس اِس
خزانے کو لُوٹ سکی اور نہ انگریز۔ آخر
وقت آیا اور محمد علی جناح قائدِ اعظم
بن کر آسمانِ سیاست پر چمکا۔ وہ اللہ اکبر
کا نعرہ جو اُس نے یومِ ولادت پر سُنا
اپنی زبان سے ایسے مبارک وقت میں
نکالا کہ قوم نے یکجان ہو کر اسے دُہرایا۔
گاؤں میں، شہروں میں، میدانوں میں
محمد علی جناح کے طفیل فتح مندی کا یہ نعرہ
آسمان تک گونجا۔

دُنیا کی تاریخ میں بہت کم انسان یہ فخر
کر سکتے ہیں کہ وہ ذاتی کوشش سے ایک
نئے ملک کے بانی بنے ہیں۔ قائدِ اعظم ایسی
حالت میں بانی بنا جب دُنیا اُس کے
خلاف تھی مگر وہ حوصلہ مند مجاہد یکتا
اپنے مقام سے نہ ٹلا۔

انگلش بہ فطرت سُو بہ سُو
ہندو بہ حکمت کُو بہ کُو
آں مردِ دانا ایک طرف
اپنی بات سے نہ ٹلا۔ تنہا لڑا اور جیت کر رہا!"

رؤیا میں درود شریف کا پڑھنا اور قائدِ اعظم کا سیاسی کیریر

جیسا کہ شروع شروع میں بیان کیا جا چکا ہے
درود شریف کے پڑھنے کا مقصد اپنی دعاؤں اور
کوششوں کو اُمتِ محمدیہ کی بہتری اور فلاح کے لئے
مختص کر دینا ہوتا ہے۔ چنانچہ اُن ایام میں جبکہ ہندوستان
کی سیاست ایک نہایت ہی نازک مرحلہ پر پہنچ گئی تھی

اور جو بعد میں جلد ہی ایک مستقل اور معین شکل اختیار کرنے والی تھی حضرت امام جماعت احمدیہ نے خاص طور پر مسلم سیاست میں عملی طور پر حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ اگرچہ حضرت امام جماعت احمدیہ کا سیاسی مسلک ابتدا سے یہی رہا ہے کہ مسلمانوں کے مفاد کو نقصان نہ پہنچے مگر اُن دنوں آپ نے خاص طور پر ملکی سیاست میں دلچسپی لینا شروع کر دی تاکہ مسلمان غلط قدم اٹھا کر تباہ نہ ہو جائیں۔ چنانچہ سنہ ۱۹۴۶ء میں جب ایک متحدہ عبوری حکومت بنانے کی تجویز پیش ہوئی تو کانگرس نے موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا اور جھٹ حکومت میں شامل ہو گئی مگر مسلم لیگ نے علیحدہ رہنا پسند کیا۔ اس حالت میں یہ خطرہ تھا کہ اگر یہ صورتِ حال قائم رہتی تو کانگرس اپنے مطلب کے چند مسلمانوں کو عبوری حکومت میں شامل کر کے انہیں مسلمانوں کے نمائندے قرار دے لیتی اور وہ اور بھی مضبوط ہو جاتی۔ اور مسلم لیگ کے کاز کو نقصان پہنچ جاتا۔ کیونکہ کانگرس یہی تو چاہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح جدید نظریۂ جمہوریت کی آڑ میں حکومت کے دائمی حقوق بنام ہندوازم محفوظ ہو جائیں۔ اور ویسے بھی چونکہ ہندوستان میں مسلمانوں سے قبل ہندو دس کروڑ بدھ مت کے ماننے والوں کو ملیچھ بنا کر ختم کر چکے تھے اس لئے انکے نزدیک ہندوستانی مسلمانوں کو بھی کسی دن تباہ کر دینا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ چنانچہ ان حالات کو جان کر حضرت امام جماعت احمدیہ خود دہلی پہنچے اور تمام مسلم لیڈروں سے ملاقاتیں کیں اور اسی طرح قائدِ اعظم سے بھی کئی دفعہ ملے اور انہیں عبوری حکومت میں شامل ہونے کے لئے نہایت تکرار سے مشورہ دیتے رہے اور اس وقت تک دہلی میں ہی رہے جب تک کہ قائدِ اعظم نے عبوری حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ نہ کر لیا۔ دراصل مسلم لیگ کا عبوری حکومت میں شامل ہونا ہی پاکستان بننے کیلئے آئندہ شاہراہ ثابت ہوا۔

اسی طرح ۲۵ فروری سنہ ۱۹۴۷ء کو لنڈن سے لیبر حکومت نے اچانک یہ اعلان کیا کہ برطانوی گورنمنٹ جون سنہ ۱۹۴۸ء تک تمام اختیارات ہندوستان کو سپرد کر دے گی۔ چنانچہ مارچ سنہ ۱۹۴۷ء میں لارڈ ویول کی جگہ لارڈ مونٹ بیٹن وائسرائے ہند مقرر ہو کر آئے جنہوں نے ہندوستان آتے ہی سیاسی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر دیا اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کیا۔ کہ "اگر ہندو مسلم لیڈر کسی ایک فارمولے پر متحد نہ ہو سکے تو پھر ہندوستان کو تقسیم کر دیا جائے گا" مگر پاکستان کے بنانے میں سب سے بڑی روک پنجاب میں یونینسٹ پارٹی کی حکومت تھی۔ جسے ہندوؤں اور سکھوں کی تائید حاصل تھی۔ مسلم لیگ نے مختلف وفود کی صورت میں اور قائدِ اعظم نے خود کئی دفعہ لاہور آن کر ملک خضر حیات کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ آخر حضرت امام جماعت احمدیہ نے مسلم لیگ کی اس مشکل کو دُور کرنے کا قصد کیا اور اپنے ذاتی اثر اور رسوخ کو کام میں لا کر آپ نے ملک خضر حیات خاں وزیرِ اعظم پنجاب کو ایک خط لکھا اور اسے خاص طور پر چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے ہاتھ بھجوایا جس کے بعد

ملک خضر حیات خاں نے ۲ر مارچ ۱۹۴۷ء کو مع اپنی وزارت کے اپنا استعفیٰ گورنر کے پاس بھیجا یا اور یوں مسلم لیگ کے لئے میدان خالی کر دیا۔ اور اس طرح حصول پاکستان کے راستے میں جو سب سے بڑی روک تھی وہ ہٹ گئی۔ اس کے متعلق ٹریبیون جو ایک خاص ہندو اخبار ہے اپنی اشاعت ۵ر مارچ ۱۹۴۷ء میں لکھتا ہے :-

"معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ خضر حیات خاں نے یہ فیصلہ سر محمد ظفر اللہ خان کے مشورہ اور ہدایات کے مطابق کیا ہے۔ سنا جاتا ہے کہ مسلم لیگ کی تازہ ایجی ٹیشن کے دوران میں جماعت احمدیہ کے امام نے خضر حیات خاں کو خط لکھا کہ وہ لیگ کے سامنے جھک جائیں یہ خط سر محمد ظفر اللہ خان کے ذریعے بھیجا گیا تھا جنہوں نے اپنے امام کی ہدایت کی پر زور تائید کی۔ ملک خضر حیات خاں نے سر محمد ظفر اللہ خان کو لاہور مشورہ کے لئے بلایا۔ جس کے بعد ملک صاحب نے وہ بیان دیا جو کہ اخبارات میں شائع ہوا۔"

اس استعفیٰ کے بعد جب مکرم درد صاحب ناظر امور خارجہ صدر انجمن احمدیہ قائد اعظم سے ملے تو انہوں نے جماعت احمدیہ کی اس کوشش کا بہت شکریہ ادا کیا اور کہا :-

"I can never forget"

کہ میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔

بہر کیف مسلم لیگ کا عبوری حکومت میں شامل ہونا اور پھر بر وقت پنجاب یونینسٹ پارٹی کے وزیر اعظم کا استعفیٰ دینا یہ دو ایسے اہم اور نازک موقعے تھے کہ اگر ان کو ہاتھ سے جانے دیا جاتا اور مناسب کارروائی نہ کی جاتی تو پاکستان کا وجود تو درکنار دنیا کی تاریخ میں کروڑوں انسانوں کی تباہی کا ایک نہایت دردناک حادثہ پیش آتا اور مسلمان اس سرزمین ہند سے ہمیشہ کے لئے نابود ہو جاتے۔ چنانچہ ان دو نازک مواقع پر حضرت امام جماعت احمدیہ کا خاص طور پر سیاست میں حصہ لینا ہی دراصل رؤیا میں درود شریف پڑھنے کی عملی تعبیر ہے۔

میں اپنے مذہبی مطالعہ اور ذوق کی بنا پر درود شریف کے معنے اللہ تعالیٰ سے روحانی اور دنیوی بادشاہت مانگنا ہی لیتا ہوں۔ باقی سب نعمتیں اور برکتیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ یا وہ اس کے تحت آجاتی ہیں۔ اور شاید اسی تناسب سے ہی رؤیا میں "محمد علی" کے ساتھ سید اور شاہ کے الفاظ آئے ہیں۔ درود شریف کو آپ پڑھ کر دیکھ لیں تو آپ خود بخود سمجھ جائیں گے کہ اس سے بادشاہت ہی (زمینی اور روحانی) مراد لی جا سکتی

ہے۔ درود شریف کی عبارت یہ ہے :-

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
وَبَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ
عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ
مَّجِیْدٌ۔

اے ہمارے اللہ! تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اس کی آل پر برکتیں اور فضائل نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیمؑ اور اس کی اُمّت پر نازل فرمائی ہیں۔

اِس دُعا کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل شدہ برکات اور فضائل کا حوالہ دے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کے لئے اسلئے مانگا جاتا ہے کہ دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام ابو الانبیاء والسلاطین تھے۔ جن کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے پُشت در پُشت اور پے در پے نبی مبعوث فرمائے اور بادشاہ پیدا کئے۔ جیسا کہ پیدائش باب ۱۷ میں آیا ہے :-

”خدا اس سے ہمکلام ہو کر بولا
کہ دیکھ میں جو ہوں میرا عہد تیرے
ساتھ ہے اور تُو بہت قوموں کا
باپ ہوگا اور تیرا نام پھر ابرام
نہ کہلایا جائے گا بلکہ تیرا نام ابراہام
ہوگا۔ کیونکہ میں نے تجھے بہت قوموں
کا باپ ٹھہرایا اور میں تجھے بہت
برومند کرتا ہوں اور قومیں تجھ سے
پیدا ہوں گی اور بادشاہ تجھ سے
نکلیں گے اور میں اپنے تیرے
درمیان اور تیرے بعد تیری نسل
کے درمیان ان کے پُشت در پُشت
کے لئے اپنا عہد جو ہمیشہ کا عہد
ہو کرتا ہوں۔ کہ میں تیرا اور
تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہونگا۔“

تورات کی یہ بشارت صاف بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اُن کے اخلاص کی وجہ سے دو خاص برکتیں نازل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ اس کی اولاد میں وہ نسلاً بعد نسلٍ بادشاہ پیدا کرے گا اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی نسل میں پے در پے انبیاء بھی مبعوث فرمائیگا جو قوم اور نسل کی روحانی برومندی کا باعث ہونگے جیسے کہ فرمایا ہے کہ ”میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہوں گا“۔ پس یہاں بھی رؤیا میں اسی لئے درود شریف کے ورد کے تعلق میں ”محمد علی“ کے ساتھ سیّد اور شاہ کا لفظ آیا ہے۔ کیونکہ سیّد ایک سیادت کو چاہتا ہے اور شاہ ایک حکومت اور سلطنت کو۔ اور یہ خدا کی تقدیر تھی جس نے ضرور پورا ہونا تھا اور وہ پوری ہو کر رہی اور اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء کے ساتھ متعلق کر دیا۔ اوّل تو ہمارے موجودہ امام جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ

اور متشکل ہیں۔ دہلی میں مسلم لیگ کو عبوری حکومت میں شامل
کرنے کے لئے گئے اور اس وقت تک دہلی میں ہی
رہے جب تک کہ قائد اعظم نے وائسرائے کے پاس عبوری
حکومت میں شامل ہونے کے لئے نام نہ بھیج دیئے۔
اور یوں ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں کو پہلی دفعہ حکومت
سے ہمکنار کر دیا اور دوسرے پنجاب میں یونینسٹ
پارٹی کو توڑنے اور پاکستان بننے کا راستہ
صاف کرنے کے لئے خضر حیات خاں وزیر اعظم
پنجاب سے استعفیٰ دلا کر قائد اعظم کے کامیاب سیاسی
کیریر اور انہیں سیّد اور شاہ بنانے کا موجب
ہوئے۔ اور اس طرح ان دو اہم اور نازک موقعوں
پر عملی سیاست میں حصہ لے کر پاکستان کی تشکیل
کرنے اور خداداد سلطنت کو قریب سے قریب تر
لانے کا باعث ہوئے اور یوں درود شریف کے
الفاظ کی تعبیر پوری ہوئی۔

چونکہ احمدیت اور اس زمانے کے مامور
من اللہ کا وجود بھی مسلمان بزرگوں کی تیرہ سو سال
کی لمبی اور لگاتار دعاؤں اور درود شریف کے
پڑھنے کا نتیجہ ہے۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ
پاکستان کے وجود کا تعلق اسلام کی سربلندی
اور اس کی نشأۃ ثانیہ کے ساتھ ضرور ہے اور
یہ کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی مشیت خاص سے پاکستان
کو وجود بخشا۔ آپ غور تو کریں کہ قائد اعظم جو
اِک پاکستان کے پہلے سیّد اور شاہ بنے شروع
شروع میں کٹر قسم کے کانگرسی تھے اُن کا دو
قوموں کے نظریہ کو اپنانا اور مسلمانوں کو سیاسی طور پر
متحد کرنے کے لئے جدوجہد کرنا، کیا یہ ایک نشان
الٰہی نہیں ہے؟ پھر آپ غور کریں کہ پاکستان کے
معرض وجود میں آنے سے پہلے غیر تو غیر اپنے بھی اسے
مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ حقوق دلانے
کے ایک سیاسی سٹنٹ سے زیادہ نہ سمجھتے تھے۔
اور اسے محض ایک تخیّل خیال کرتے تھے۔ مگر جب پاکستان
خارق عادت طور پر اپنوں اور غیروں کو حیران کرتے
ہوئے سطح زمین پر اُبھر آیا تو سب کی آنکھیں چکا چوند
ہو گئیں۔ کیا یہ ایک خاص تقدیر الٰہی نہیں تھی جو پوری
ہو کر رہی۔

پس رؤیا میں اذان اور درود شریف کے
الفاظ بھی صاف طور پر اس بات کی طرف اشارہ
کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اِس ملک کو اعلائے
کلمۃ اللہ اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے بطور
عصمۃ اور قلعہ کے خود تعمیر کیا ہے جیسا کہ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کا الہام بھی ظاہر ہے کہ:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پناہ گزین ہوئے قلعہ ہند میں"

واقعی اگر پاکستان نہ بنتا تو تمام مسلمانوں کو اسی طرح
نیست و نابود کر دیا جاتا جیسے کہ وہ سپین کی سرزمین
پر سے نیست و نابود کر دیئے گئے تھے مگر چونکہ اللہ تم
کا منشاء کچھ اور تھا اسلئے دشمن کی اس سرزمین
اور دار الحرب میں پاکستان کو مسلمانوں کے لئے
بطور قلعہ کے قائم کر دیا۔ در اصل اسلام کے نزدیک

اختیار کا سرچشمہ زمین نہیں، بلکہ آسمان ہے۔ پاکستان کے بننے میں جو حالات وجود میں آئے ہیں وہ محض اتفاقی نہیں کہے جاسکتے۔ بلکہ اس میں کسی بالا ارادہ ہستی کا تصرف معلوم ہوتا ہے۔ اور وہی کچھ ہوا جو اس زمانے کے مامور نے اپنے رؤیا اور الہامات کے ذریعے سے پہلے سے بتا دیا تھا۔ پس یقیناً اور یقیناً پاکستان کا وجود اللہ تعالیٰ کا ایک کھلا کھلا نشان ہے جو اس نے اعلائے کلمۃ اللہ اور اسلام کو دوبارہ غلبہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پھر سے منوانے کے لئے قائم کیا ہے۔ وہی ہے جو اُسے قائم ودائم رکھیگا وہی ہے جو اس کی سرحدوں کو برکت دے گا۔ وہی ہے جو اُس کے دشمنوں اور تمسخر کرنے والوں کو خاک میں ملا دے گا۔ مبارک ہیں وہ جو اللہ تعالیٰ کی برکتوں سے برومند ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور مبارک ہیں وہ جو فہم اور حکمت کو اپناتے ہیں۔

اے پاکستان! خدا کی حمد گا۔

جس نے تجھے وجود بخشا اور آزادی دی۔

جس نے تیری سرحدوں کو برکت دینے کا

ارادہ کیا ہے۔

جو تجھے اپنی نعمتوں سے آسودہ کرتا ہے۔

وہ جو اپنا کلام نیکوں پر ظاہر کرتا ہے۔

اے پاکستان! خدا کی حمد گا +

اِس رؤیا کے ایک حصّہ کی دوسری تعبیر

(از جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب)

پروفیسر مرزا منظور احمد صاحب ایم۔ اے نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جس رؤیا کی تطبیق واقعات کی بناء پر خوبی سے نمایاں کی ہے ان کی اِس بارہ میں کوشش فی الواقع قابلِ قدر ہے۔ مشارٌ الیہ رؤیا کے الفاظ "سید محمد علی شاہ صاحب آگئے ہیں" سے مراد اُن کے نزدیک واقعات کی روشنی میں قائدِ اعظم محمد علی جناح مرحوم ہیں۔

اِس خواب میں اگر صرف سید محمد علی شاہ کی آمد کی خبر ہوتی تو یہ خبر سید محمد علی شاہ والد سید منظور علی شاہ قادیانی کی آمد پر بھی چسپاں کرنا درست تھی جن کے قادیان میں آنے کی اطلاع رؤیا کے بعد ملی جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نمازِ مغرب سے فارغ ہونیکے بعد مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ مَیں بھی وہاں موجود تھا کسی نے اطلاع دی کہ سید محمد علی شاہ صاحب آگئے ہیں چنانچہ تھوڑی دیر بعد جہاں تک مجھے یاد ہے وہ مسجد میں تشریف لے آئے اور مَیں نے انہیں وہاں ایک طرف بیٹھے دیکھا۔ اس وقت مشارٌ الیہ رؤیا کے مذکورہ بالا حصہ کو ان کی آمد پر ہی چسپاں کیا گیا تھا۔

جنہیں عالمِ رؤیا کے مشاہدات کا تجربہ ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ایک اہم روحانی نظارہ کی صداقت کے متعلق یقین دلانے کی غرض سے بعض وقت اللہ تعالیٰ خواب میں ہی ایک ایسا منظر بھی دکھلا دیتا ہے جو فوری طور پر پورا ہو کر شہادت ٹھہرتا ہے کہ اہم نظارہ جو دکھلایا گیا ہے خیالی نہیں بلکہ حقیقی

عالمِ روحانی کے واقعات میں سے ایک یقینی امر ہے۔

پروفیسر منظور احمد صاحب ایم۔ اے نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ایک عظیم الشان رؤیا سے تعلق رکھنے والے ایک حصّہ کی تطبیق قائدِ اعظم کے وجود کے ساتھ دکھائی ہے۔ مجھے ذاتی طور پر اُن کے ساتھ اِس تطبیق میں اتفاق ہے اور مَیں اِس تطبیق کو سید محمد علی شاہ صاحب قادیانی مرحوم کی مذکورہ بالا آمد کے منافی نہیں سمجھتا۔ رؤیا اور کشوف ذو الوجوہ ہوتے ہیں اور مختلف رنگوں میں پورے ہوتے ہیں۔

پوری رؤیا کی تعبیر کے تعلق میں

جیسا کہ مَیں نے پروفیسر صاحب کے لیکچر کے بعد جامعۃ المبشرین میں سامعین کو اِس طرف توجہ دلائی تھی میرے نزدیک اونچے درخت پر بیٹھا ہوا جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی بلند اذان کے ساتھ ساتھ کلماتِ اذان دُہرا رہا ہے وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جن کے ذریعہ سے اعلائے کلمۃ الاسلام کا کام اطرافِ عالم میں ہو رہا ہے۔ اونچے درخت سے مراد شجرۂ اُمتِ محمدیہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کا اذان دے چکنے کے بعد درُود شریف پڑھنا اسی اُمت کی آئندہ ترقی پر دلالت کرتا ہے جو آپ کی دُعاؤں کی برکت سے نیز ایسے شخص کے ذریعہ سے ہوگی جو آپ کی اتباع میں کلمۂ اسلام کو بلند کرنیوالا ہوگا کتنی عظیم الشان یہ رؤیا ہے۔ اس سے اس شخص کی عظمت کا بھی پتہ چلتا ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے فریضۂ تبلیغ و اصلاح کی تکمیل کا کام سپرد کیا گیا ہے میرے نزدیک یہ شخص جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اذان دینے اور درود شریف پڑھنے کے بعد اونچے درخت سے نیچے اُترتے دیکھا ہے وہ اُس شخص سے الگ ہے جسکے متعلق اُس نے خبر دی یعنی یہ کہ سید محمد علی شاہ آ گئے ہیں۔ اِن الفاظ سے ظاہر ہے کہ اُس اُترنے والے شخص کو سید محمد علی شاہ کا انتظار ہے اور وہ کہتا ہے کہ وہ آ گئے ہیں۔ مجھے ذاتی طور پر اِس بات کا علم ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو قائدِ اعظم کی قابلیت پر غایت درجہ اعتبار تھا اور آپکی یہ بڑی خواہش تھی کہ کسی طرح وہ کانگرس کی فریب دِہ سیاست سے آزاد ہو کر مسلمانوں کی خدمت کے لئے وقف ہو جائیں۔

پروفیسر صاحب موصوف نے جو کوشش متعلقہ واقعات کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کی کی ہے وہ قابلِ شکریہ ہے۔ بہرحال تینوں وجود یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، اونچے درخت پر بیٹھنے والا شخص اور محمد علی جدا جدا وجود ہیں۔ بلند درخت سے حضرت مسیح موعودؑ کی اتباع میں کلماتِ اذان دُہرانے والے شخص کے نیچے اُترنے سے یہ مُراد ہے کہ وہ اپنے رُوحانی فریضہ کے ادا کرنے کیلئے ایک ایسی کوشش بھی کریگا جس کا تعلق محمد علی کے آنے کیساتھ ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قومی سیاسیات میں پوری دلچسپی کیساتھ حصہ لیا اور قائدِ اعظم کا ساتھ دیا۔ رؤیا کی صحیح تعبیر دراصل وہی ہوتی ہے جو واقعات کے مطابق ہو اور یہ واقعات پروفیسر صاحب موصوف نے ہمارے سامنے پوری وضاحت سے رکھ دیئے ہیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

مکتبۂ الفرقان کے علمی اور نادر تحفے!

۱۔ بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ۔ اہل بہاء نے ہم تک اپنی مزعومہ شریعت کو طبع نہیں کرایا ہم نے اس شریعت کو محنت سے حاصل کر کے طبع کرایا ہے تاکہ بہائیت کی حقیقت سب لوگوں پر واضح ہو جائے۔ بہائیوں کو اسکے اصلی ہونے کا انکار کرنے کی جرأت نہیں۔ صفحات ۱۴۴۔

۲۔ بہائی تحریک کے متعلق پانچ مقالے۔ یہ لاجواب مقالے ہیں جن میں بہائیوں کے عقائد، انکی تاریخ اور انکے اعمال کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان کی شریعت کا قرآنی شریعت سے موازنہ کر کے دکھایا گیا ہے۔ صفحات ۲۵۶۔

ہر دو کتابوں پر مستند اہل علم نے عمدہ تبصرے کئے ہیں۔ دونوں کی مجموعی قیمت چار روپے ہے۔

۳۔ تفسیر سورۂ مریم۔ یہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ کے اُن درس کے نوٹ ہیں جو آپ نے ۱۹۵۳ء میں مسجد مبارک ربوہ میں دیا۔ قیمت ۱۴/

۴۔ تفہیمات ربانیہ۔ سات سو صفحات کی نایاب کتاب جس میں غیر احمدیوں کے تمام اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں۔ صرف ایک نسخہ ہے۔ قیمت دس روپے۔

۵۔ کلمۃ الیقین فی تفسیر خاتم النبیین۔ ختم نبوت کی تفسیر میں ایک جامع مگر نہایت مختصر مضمون ہے۔ یہ سولہ صفحات کا ٹریکٹ ہزارہا کی تعداد میں چھپ کر شائع ہوا ہے۔ ایک نسخہ کیلئے ۲ر کا ٹکٹ بھجوایئے تقسیم کرنے کیلئے فی سینکڑہ آٹھ روپے قیمت مقرر ہے۔

۶۔ نیا انکشاف۔ حضرت مسیح ناصری کی زندگی کے متعلق برٹش انسائیکلوپیڈیا میں شائع شدہ تصاویر سے ایک نیا انکشاف پیش کیا گیا ہے۔ یہ مضمون انگریزی، عربی اور اردو میں اکٹھا ایک ہی ٹریکٹ میں شائع کیا گیا ہے۔ ایک نسخہ کیلئے ۲ر کے ٹکٹ اور فی سینکڑہ آٹھ روپے مقرر ہیں۔

۷۔ الفرقان کے خاص نمبر۔ مندرجہ ذیل خاص نمبر موجود ہیں:۔

(آ) سیرت نمبر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر سیر حاصل تبصرہ۔ (ب) قرآن نمبر۔ قرآنی علوم کے متعلق ایک جامع مجموعہ (ج) خاتم النبیین نمبر۔ حضور علیہ السلام کے مقام خاتم النبیین کی مکمل تشریح (د) ام الالسنہ نمبر۔ عربی زبان کے تمام زبانوں کا منبع ہونے کے دلائل۔

(ذ) جماعت اسلامی نمبر۔ مولانا مودودی صاحب کی جماعت کی تاریخ، عقائد اور ماخذ پر لاجواب تبصرہ۔

نوٹ:۔ ان میں سے ہر نمبر کی قیمت ایک روپیہ اور محصول ڈاک ۲ر ہے۔ پانچوں نمبروں کے منگوانے پر محصول ڈاک کی رعایت۔

۸۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی جملہ تصنیفات مکتبہ ہذا کی معرفت طلب فرمائیں:۔

احکام القرآن ۔ امثال القرآن ۔ رحمۃ للعالمین حصہ اول ۔ حصہ دوم ۔ نایاب تحریریں۔

بہر ۔ بہر ۔ ۲ہے ۔ للعہ ر ۔ ہے ر

۹۔ تردید شیعیت میں بھی کتب موجود ہیں۔ طلب فرمائیں۔

۱۰۔ جماعتی تربیت اور اسکے اصول۔ یہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے کا وہ قیمتی مقالہ ہے جو آپ نے انصار اللہ کے سالانہ جلسہ میں پڑھا تھا۔ یہ اس موضوع پر ایک بے مثال رسالہ ہے۔ قیمت پانچ آنے۔ ایک نسخہ کے لئے ساڑھے چھ آنہ کے ٹکٹ بھیجئے!

مینجر مکتبۃ الفرقان ربوہ

بچّوں اور بچیّوں کے لئے نہایت مفید رسالہ

پندرہ روزہ "تشحیذ الاذہان" کے دوبارہ اجراء کا اعلان

بچوں کی تربیت اور اُن کی علمی و دینی معلومات کی ترقی کا سوال ہر گھرانے کا خاص سوال ہے۔ اس سوال کو حل کرنے میں امداد دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے رسالہ تشحیذ الاذہان جاری کیا جا رہا ہے۔

بعض احباب کا خیال ہے کہ یہ نام بچوں کے لئے ثقیل ہے مگر کیا یہ کم خوشی کی بات ہے کہ یہ وہ نام ہے جو حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اس رسالہ کا رکھا تھا۔ جسے حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ نے جوانی کے آغاز میں جاری فرمایا تھا۔ اور اب حضور نے ازراہِ کرم اجازت فرمائی ہے کہ ہم بچوں اور بچیوں کے لئے اسی نام سے رسالہ جاری کریں۔ پھر یہ نام اپنے اندر معنوی طور پر بھی نیک فال رکھتا ہے کیونکہ اس کے معنے "ذہنوں کو تیز اور روشن کرنے" کے ہیں۔

الحمد للہ کہ اس رسالہ کے انتظامات تسلی بخش طور پر ہو رہے ہیں۔ کاغذات منظوری کے لئے گورنمنٹ میں آخری مراحل پر ہیں۔ یہ رسالہ پندرہ روزہ ہوگا۔ اس کی سالانہ قیمت پانچ روپے ہوگی۔ امید ہے کہ آخری منظوری مارچ کے آخر تک آجائے گی اور اس کے بعد فوراً رسالہ شائع ہونا شروع ہو جائے گا۔ جو دوست رسالہ کا چندہ بھیج چکے ہیں اُن کے نام رجسٹر خریداران میں درج ہو چکے ہیں اُن کے نام بنیادی خریداروں کے طور پر جنہوں نے "تشحیذ الاذہان" کے دوبارہ اجراء میں حصہ لیا ہے، پہلے نمبر میں شائع کئے جائیں گے۔ علاوہ ازیں جو دوست رسالہ کے شائع ہونے سے پہلے بروقت خریدار بن جائیں گے (خواہ پیشگی چندہ بھیج کر یا رسالہ وی۔ پی کرنے کے لئے لکھ کر) اُن کے نام بھی بنیادی خریداروں کے طور پر بطور یادگار شائع ہوں گے۔ اس لئے درخواست ہے کہ احباب فوری طور پر زیادہ سے زیادہ اس رسالہ کی خریداری منظور فرماویں تا یہ رسالہ پوری آب و تاب سے شائع ہو۔

اس سلسلہ میں جملہ خط و کتابت اور ترسیلِ زر "مینیجر تشحیذ الاذہان۔ ربوہ" کے پتہ پر ہو۔ کسی کے نام پر نہ ہو۔

خاکسار

ابو العطاء جالندھری

(طابع و ناشر ابو العطاء جالندھری نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر رسالہ الفرقان احمد نگر ربوہ ضلع جھنگ سے شائع کیا)